بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الاعـــراف(7)

آیت نمبر(1تا10)

ع ی ش

(ض) **مَعَاشًا** زندہ رہنا۔زندگی گزارنا۔﴿ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ ﴾(78/النبا:11)''اور ہم نے بنایا دن کو زندہ رہنے کے لیے۔''

اور **عِيْشَةً** ﴿ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ ﴾ (69/الحاقۃ:21)''تو وہ من بھاتی زندگی گزارنے میں ہے۔''

مَعِيْشَةٌ (ج)مَعَايِشُ۔ زندگی گزارنے کا ذریعہ۔سامان زندگی۔﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾(43/الزخرف:32)''ہم نے تقسیم کیا۔ان کی زندگی کے سامان کو دنیوی زندگی میں۔''

ق ی ل

(ض) **قَيْلُوْلَةً** دوپہر کو آرام کرنا خواہ نیند نہ آئے۔

قَآئِلٌ اسم الفاعل ہے۔دوپہر کو آرام کرنے والا۔زیر مطالعہ آیت۔4

مَقِيْلٌ اسم الظرف ہے۔آرام کرنے کی جگہ۔﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ ﴾(25/الفرقان:24)''اور جنت والے اس دن سب سے بہتر ہوں گے بلحاظ ٹھکانے کے اور سب سے اچھے ہوں گے بلحاظ آرام گاہ کے۔''

ترکیب

(آیت۔2)كِتٰبٌ کا مبتدا هٰذَا محذوف ہے اور نکرہ مخصوصہ ہے۔اُنْزِلَ اِلَيْكَ اس کی خصوصیت ہے۔فَلَا يَكُنْ، كَانَ تامّہ ہے اور حَرَجٌ اس کا فاعل ہے۔مِنْهُ کی ضمیر كِتٰبٌ کے لیے ہے۔ذِكْرٰى حال ہے۔(آیت۔3)وَلَا تَتَّبِعُوْا کا مفعول اَوْلِيَاءَ ہے۔تَذَكَّرُوْنَ کی تمیز قَلِيْلًا ہے اور اس کے آگے مَا اس کو غیر معین کرنے کے لیے ہے۔(دیکھیں آیت نمبر 2/البقرۃ:26،نوٹ۔1)یعنی بہت ہی کم۔(آیت۔4۔5)بَيَاتًا حال ہے اور اس کے آگے هُمْ قَآئِلُوْنَ پورا جملہ بھی حال ہے۔فَجَاءَهَا میں هَا کی ضمیر بستیوں کے لیے ہے جبکہ فَجَاءَهُمْ میں هُمْ کی ضمیر بستی والوں کے لیے ہے۔(آیت۔6)اُرْسِلَ کا نائب فاعل هُوَ کی ضمیر ہے اس کا مرجع رَسُوْلٌ یا مُرْسِلٌ محذوف ہے(آیت۔8)ثَقُلَتْ اور خَفَّتْ کا فاعل مَوَازِيْنُ ہے اور اس کے ساتھ ہٗ کی ضمیر مَنْ کی طرف عائد ہے۔

ترجمہ

الٓمّٓصٓ ﴿١﴾	كِتٰبٌ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	فَلَا يَكُنْ	فِيْ صَدْرِكَ	حَرَجٌ	مِّنْهُ
	یہ ایک ایسی کتاب ہے جو	اتاری	آپؐ کی طرف	پس چاہیے کہ نہ ہو	آپؐ کے سینے میں	کوئی تنگی	اس سے

لِتُنْذِرَ	بِهٖ	وَذِكْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾	اِتَّبِعُوْا	مَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ
تاکہ آپؐ خبردار کریں	اس سے	اور نصیحت ہوتے ہوئے	ایمان لانے والوں کے لیے	تم پیروی کرو	اس کی جو	اتارا گیا	تمہاری طرف

مِّنْ رَّبِّكُمْ	وَلَا تَتَّبِعُوْا	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ ؕ	قَلِيْلًا مَّا	تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾	وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ
تمہارے رب کی طرف سے	اور پیروی مت کرو	اس کے سوا	دوسرے رفیقوں کی	بہت تھوڑی ہے جو	تم لوگ نصیحت پکڑتے ہو	اور کتنی ہی بستیاں ہیں

اَهْلَكْنٰهَا	فَجَآءَهَا	بَاْسُنَا	بَيَاتًا	اَوْ هُمْ	قَآئِلُوْنَ ﴿٤﴾	فَمَا كَانَ
ہم نے ہلاک کیا جن کو	پھر آئی ان کے پاس	ہماری سختی	رات ہوتے ہوئے	یا اس حال میں کہ وہ	دوپہر کو آرام کرنے والے تھے	تو نہیں تھا

دَعْوٰىهُمْ	اِذْ	جَآءَهُمْ	بَاْسُنَآ	اِلَّآ اَنْ	قَالُوْٓا	اِنَّا كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ۝5	فَلَنَسْـَٔلَنَّ	الَّذِيْنَ
ان کا پکارنا	جب	آئی ان کے پاس	ہماری سختی	سوائے اس کے کہ	انہوں نے کہا	بیشک ہم تھے	ظلم کرنے والے	تو ہم لازماً پوچھیں گے	ان لوگوں سے

اُرْسِلَ	اِلَيْهِمْ	وَلَنَسْـَٔلَنَّ	الْمُرْسَلِيْنَ ۝6	فَلَنَقُصَّنَّ	عَلَيْهِمْ	بِعِلْمٍ	وَّمَا كُنَّا
بھیجا گیا	جن کی طرف	اور ہم لازماً پوچھیں گے	بھیجے ہوؤں سے	پھر ہم لازماً بیان کریں گے	ان پر	علم سے	اور ہم نہیں ہیں

غَآئِبِيْنَ ۝7	وَالْوَزْنُ	يَوْمَئِذِ	اِلْحَقُّ	فَمَنْ	ثَقُلَتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝8
غائب ہونے والے	اور وزن	اس دن	حق ہے	پس وہ	بھاری ہوئے	جن کے ترازو	تو وہ لوگ	ہی فلاح پانے والے ہیں

وَمَنْ	خَفَّتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	بِمَا	كَانُوْا
اور وہ	ہلکے ہوئے	جن کے ترازو	تو وہ لوگ	وہ ہیں جنہوں نے	گھاٹے میں ڈالا	اپنے آپ کو	بسبب اس کے جو	وہ لوگ

بِاٰيٰتِنَا	يَظْلِمُوْنَ ۝9	وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ	فِي الْاَرْضِ	وَجَعَلْنَا	لَكُمْ	فِيْهَا	مَعَايِشَ
ہماری نشانیوں کے ساتھ	ناانصافی کرتے تھے	اور بیشک ہم نے اختیار دیا ہے تم کو	زمین میں	اور ہم نے بنایا	تمہارے لیے	اس میں	زندگی کے سازوسامان

قَلِيْلًا مَّا	تَشْكُرُوْنَ ۝10
بہت کم ہے جو	تم شکر کرتے ہو

نوٹ:1 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ذمہ دار افسر ہو۔ تم سب سے اپنے اپنے زیر اثر ماتحتوں کے بارے میں پرسش ہوگی۔ بادشاہ سے رعایا کے بارے میں، مرد سے بیوی بچوں کے بارے میں، عورت سے شوہر کے بارے میں اور خادم سے اس کے آقا کے مال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ:2 وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ اِلْحَقُّ میں اس طرف اشارہ ہے کہ لوگ اس سے دھوکا نہ کھائیں کہ انسان کے اعمال کا کوئی جسم یا حجم نہیں ہوتا تو پھر ان کا وزن کیسے ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جس چیز کو ہم نہ تول سکیں اسے اللہ تعالیٰ بھی نہ تول سکے، کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے علاوہ آج کل تو وہ چیزیں بھی تولی جاتی ہیں جن کے تولنے کا آج سے پہلے کوئی تصور بھی نہیں تھا۔ ہوا، ہوا میں نمی، برقی رو، سردی، گرمی وغیرہ تولی جاتی ہیں اور ان کا میٹر ہی ان کی ترازو ہے۔ پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اعمال کو تول کر ہمیں دکھا دے۔

وزن اعمال کے ضمن میں دوسری الجھن یہ پیش آتی ہے کہ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ محشر کی میزان میں سب سے بڑا وزن کلمۂ طیبہ کا ہوگا۔ جس کے پاس یہ کلمہ ہوگا وہ سب پر بھاری رہے گا۔ اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مومن کا پلڑا ہمیشہ بھاری رہے خواہ وہ کتنے بھی گناہ کرے۔ لیکن قرآن مجید کی آیات اور دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کی نیکیوں اور برائیوں کو تولا جائے گا۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ نجات پائے گا اور جس کے گناہوں کا پلڑا بھاری ہوگا اسے عذاب ہوگا۔

بعض علماء تفسیر نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ محشر میں وزن دو مرتبہ ہوگا۔ پہلے کفر و ایمان کا وزن جس کے ذریعہ مومن اور کافر کا امتیاز کیا جائے گا۔ اس وزن میں جس کے نامۂ اعمال میں صرف کلمۂ ایمان ہی ہے، اس کا پلڑا بھاری رہے گا اور وہ کافروں کے گروہ سے الگ کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرا وزن نیک و بد اعمال کا ہوگا۔ اس میں کسی مسلمان کی نیکیاں اور کسی کی برائیاں بھاری ہوں گی اور اسی کے مطابق اسی کو جزاء و سزا ملے گی۔ اس طرح تمام آیات اور احادیث کا مضمون اپنی اپنی جگہ درست اور مربوط ہو جاتا ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ 1: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن علماء کی روشنائی، جس سے انہوں نے علم دین اور احکام دین لکھے، اور شہیدوں کے خون کو تولا جائے گا۔ تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون کے وزن سے بڑھ جائے گا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (11 تا 18)

ذ ء م

(ف) ذَاَمًا: عیب لگانا۔

مَذْءُوْمٌ: اسم المفعول ہے۔ عیب لگایا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 18۔

د ح ر

(ف) دُحُوْرًا: کسی کو کہیں سے زبردستی نکالنا۔ ہانکنا۔ دھتکارنا۔ ﴿وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا﴾ (37/الصافات:8) ''اور ان پر پھینکے جاتے ہیں ہر طرف سے دھکے دیتے ہوئے۔''

مَدْحُوْرٌ: اسم المفعول ہے۔ ہانکا ہوا۔ دھتکارا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 18۔

ترکیب

(آیت۔12) اَلَّا دراصل اَنْ لَا ہے۔ اس میں شامل اَنْ نے تَسْجُدَ کو نصب دی ہے۔ (آیت۔13) فَاهْبِطْ مِنْهَا میں اور آگے فِيْهَا میں هَا کی ضمیریں جنت کے لیے ہیں۔ حالانکہ ان آیات میں جنت کا ذکر نہیں ہے لیکن قرآن کے دوسرے مقامات کے مطالعہ سے قرآن کے قاری کے لیے یہ بات معروف ہو جاتی ہے کہ یہ واقعہ جنت کا ہے۔ اس لیے جنت کا ذکر کیے بغیر یہاں اس کے لیے ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ (آیت۔14) اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ میں يَوْمِ مضاف ہے اور جملہ فعلیہ يُبْعَثُوْنَ اس کا مضاف الیہ ہے۔ (دیکھیں آیت۔ نمبر۔5/المآئدہ 119، ترکیب) (آیت۔16۔17) لَاَقْعُدَنَّ کا مفعول صِرَاطَكَ ہے۔ لَا تَجِدُ کا مفعول اول اَكْثَرَهُمْ ہے اور شٰكِرِيْنَ اس کا مفعول ثانی ہے۔ (آیت۔18) مَذْءُوْمًا اور مَدْحُوْرًا حال ہیں۔ اس لیے حالت نصب میں ہیں۔ لَمَنْ پر لام تاکید ہے اور من شرطیہ ہے۔ مِنْكُمْ میں كُمْ کی ضمیر مَنْ تَبِعَكَ کے لیے ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ	ثُمَّ	صَوَّرْنٰكُمْ	ثُمَّ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ
اور بیشک ہم نے پیدا کیا تم لوگوں کو	پھر	ہم نے شکل دی تمہیں	پھر	ہم نے کہا	فرشتوں سے	تم لوگ سجدہ کرو	آدمؑ کے لیے

فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ	لَمْ يَكُنْ	مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝11	قَالَ	مَا	مَنَعَكَ	اَلَّا تَسْجُدَ
تو انہوں نے سجدہ کیا	سوائے	ابلیس کے	وہ نہیں تھا	سجدہ کرنے والوں میں سے	(اللہ نے) کہا	کس چیز نے	تجھے روکا	کہ تو سجدہ نہ کرے

اِذْ	اَمَرْتُكَ	قَالَ	اَنَا	خَيْرٌ	مِّنْهُ	خَلَقْتَنِيْ	مِنْ نَّارٍ	وَّخَلَقْتَهٗ	مِنْ طِيْنٍ ۝12
جب (کہ)	میں نے حکم دیا تجھ کو	(ابلیس نے) کہا	میں	بہتر ہوں	اس سے	تو نے پیدا کیا مجھ کو	آگ سے	اور تو نے پیدا کیا اس کو	گارے سے

قَالَ	فَاهْبِطْ	مِنْهَا	فَمَا يَكُوْنُ	لَكَ	اَنْ	تَتَكَبَّرَ	فِيْهَا
(اللہ نے) کہا	پس تو نیچے اتر	اس سے	تو نہیں ہے	تیرے لیے	کہ	تو بڑا بنے	اس میں

فَاخْرُجْ	اِنَّكَ	مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝13	قَالَ	اَنْظِرْنِيْٓ	اِلٰى يَوْمِ	يُبْعَثُوْنَ ۝14
پس تو نکل	یقیناً تو	حقیر ہونے والوں میں سے ہے	(ابلیس نے) کہا	تو مہلت دے مجھے	اس دن تک (جب)	یہ لوگ اٹھائیں جائیں گے

قَالَ	اِنَّكَ	مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾	قَالَ	فَبِمَآ	اَغْوَيْتَنِيْ	لَاَقْعُدَنَّ
(اللہ نے) کہا	بیشک تو	مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے	(ابلیس نے) کہا	پس بسبب اس چیز کے جس سے	تونے گمراہ کیا مجھے	میں لازماً بیٹھوں گا

لَهُمْ	صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ لا	ثُمَّ	لَاٰتِيَنَّهُمْ	مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ	وَمِنْ خَلْفِهِمْ	وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ
ان کے لیے	تیرے سیدھے راستے پر	پھر	میں لازماً آؤں گا ان کے پاس	ان کے سامنے سے	اور ان کے پیچھے سے	اور ان کی داہنی طرف سے

وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ط	وَلَا تَجِدُ	اَكْثَرَهُمْ	شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾	قَالَ	اخْرُجْ	مِنْهَا	مَذْءُوْمًا
اور ان کی بائیں طرف سے	اور تو نہیں پائے گا	ان کے اکثر کو	شکر ادا کرنے والا	(اللہ نے) کہا	تو نکل	اس سے	عیب لگایا ہوا ہوتے ہوئے

مَّدْحُوْرًا ط	لَمَنْ	تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنْكُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾
دھتکارا ہوتے ہوئے	بیشک جس نے	پیروی کی تیری	ان میں سے	تو میں لازماً بھر دوں گا	جہنم کو	تم لوگوں سے	سب کے سب سے

نوٹ:1 تخلیق انسانی کے جس آغاز کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل کو سمجھنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ لیکن بہرحال یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ قرآن مجید انسانیت کے آغاز کی کیفیت ان نظریات کے خلاف بیان کرتا ہے جو موجودہ زمانے میں سائنس کے نام سے پیش کیے جاتے ہیں۔ ان نظریات کی رو سے انسان ایک غیر انسانی حالت سے مختلف مدارج طے کرتا ہوا مرتبۂ انسانیت تک پہنچا ہے۔ اس کے برعکس قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ انسانیت کا آغاز خالص انسانیت ہی سے ہوا ہے۔ اس کی تاریخ کسی غیر انسانی حالت سے قطعاً کوئی رشتہ نہیں رکھتی وہ اول روز سے انسان ہی بنایا گیا ہے۔

انسانیت کی تاریخ کے یہ دو مختلف نقطۂ نظر ہیں جن سے انسانیت کے دو بالکل مختلف تصور پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تصور میں انسان دراصل حیوان کی ہی ایک شاخ نظر آتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی انسان حیوانات کا سا طرزِ عمل اختیار کرتا ہے تو یہ بالکل فطری طرزِ عمل ہوگا۔ اس کے برعکس قرآنی تصور میں انسان کو جانور کے بجائے انسان کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔ اسے حیوان ناطق نہیں بلکہ اللہ کا خلیفہ سمجھا جائے گا۔ انسان کو دوسری مخلوقات سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ اس کا نطق (بات کرنے کی صلاحیت) نہیں ہے بلکہ اس کی اخلاقی ذمہ داری اور اختیارات کی وہ امانت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے سپرد کیا ہے اور جس کی بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

اوپر مولانا مودودیؒ نے کہا ہے کہ دیگر مخلوقات سے انسان کو ممتاز کرنے والی چیز نطق یعنی بات کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس کی وجہ کو سمجھ لیں۔ قرآن مجید کے مختلف مقامات سے یہ بات ہمارے علم میں آتی ہے کہ کچھ دیگر مخلوقات کو بھی اللہ تعالیٰ نے نطق کی صلاحیت عطا کی ہے یہ اور بات ہے کہ ان کی بات چیت کو یا تو ہم سن نہیں سکے اور اگر سنتے ہیں تو سمجھ نہیں پاتے۔ مثال کے طور پر حضرت سلیمانؑ کے لشکر کو آتا دیکھ کر ایک چیونٹی نے چیونٹیوں سے کہا تھا کہ تم لوگ اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت سلیمانؑ نے نہ صرف اس بات کو سن لیا بلکہ سمجھ بھی لیا۔ اور پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگی وہ بھی قرآن مجید میں نقل کی گئی ہے۔ طلبا کو چاہیے کہ وہ یہ دعا یاد کر لیں۔ (27/النمل:1 تا 19) اس کے آگے آیت نمبر۔ 22 میں ہدہد کا حضرت سلیمانؑ سے بات کرنے کا بھی ذکر ہے۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ ہر نئے نظریہ کو آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہیں پھر دوسروں پر اپنی قابلیت کا رعب ڈالنے کے لیے اس کا چرچا کرتے رہتے ہیں۔ اساتذہ طلبا سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ یہ ثابت کر سکیں کہ وہ بہت پڑھے لکھے ہیں۔ اکثر کے علم میں نہیں ہوتا یا ہم بھول جاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کو جھوٹا قرار دیا ہے جو سنی سنائی بات کو تحقیق کیے بغیر آگے بڑھا دے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہی ''سائنسی'' نظریات جب مغربی محققین کی سائنٹفک کسوٹی پر غلط ثابت ہو جاتے ہیں تو اس کا چرچا نہیں ہوتا۔ ایسی تحقیقی باتوں کو عام کرنا مغربی میڈیا کی ذمہ داری نہیں ہے۔ وہ اگر چپ سادھ لیتے ہیں تو ان سے شکایت بے سود ہے۔ یہ مسلمان اہل

علم کی ذمہ داری ہے جس سے ہم کماحقہ' عہدہ برآ نہیں ہو رہے ہیں۔ مغرب میں ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کو دفن ہوئے برسوں گزر چکے ہیں لیکن ہم لوگ اسے آج تک سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔

نوٹ:2 ایسی حالت میں کہ جب اللہ تعالیٰ ابلیس پر غضب فرما رہا تھا، اس نے اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے قیامت تک مہلت دے اور اللہ نے اس کی سن لی۔ اس سے قبولیت کی دعا کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور حکمت کے تحت جس کی چاہتا ہے دعا قبول کرتا ہے، خواہ وہ مومن ہو یا کافر۔ اس لیے کسی کی دعا قبول ہونا اس کے قربِ الٰہی کی سند نہیں ہے۔

آیت نمبر (19 تا 25)

و س و س

(رباعی) **وَسْوَسَةً** کسی کے ذہن میں بُرا خیال ڈالنا۔ زیرِ مطالعہ آیت۔20۔

وَسْوَاسٌ اسم ذات ہے۔ بُرا خیال۔ ﴿مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴾ (114/الناس:4) ''پیچھے ہٹنے والے بُرے خیال کی برائی سے۔''

ن ص ح

(ف) **نُصۡحًا** کوئی ایسی بات یا کام کرنا جس میں دوسرے کی بھلائی ہو اور اپنی کوئی غرض نہ ہو۔ (۱) خیر خواہی کرنا۔ (۲) خالص ہونا۔ صاف ہونا۔ ﴿لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ رِسَالَۃَ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَکُمۡ﴾ (7/الاعراف:79) ''بیشک میں پہنچا چکا ہوں اپنے رب کے پیغام کو اور میں نے خیر خواہی کی ہے تمہارے لیے۔''
﴿وَلَا عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ مَا یُنۡفِقُوۡنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ؕ﴾ (9/التوبۃ:91) ''اور ان لوگوں پر جو نہیں پاتے اس کو جو وہ خرچ کریں، کوئی حرج نہیں ہے جب وہ لوگ دل سے صاف ہوئے اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے۔''

نُصۡحٌ اسم ذات بھی ہے۔ بےلوث خیر خواہی۔ ﴿وَلَا یَنۡفَعُکُمۡ نُصۡحِیۡۤ﴾ (11/ھود:34) ''اور تم کو نفع نہیں دے گی میری بےلوث خیر خواہی۔''

نَاصِحٌ اسم الفاعل ہے۔ خیر خواہی کرنے والا۔ زیرِ مطالعہ آیت۔21۔

نَصُوۡحٌ فَعُوۡلٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ بے انتہا خالص۔ ﴿تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ تَوۡبَۃً نَّصُوۡحًا ؕ﴾ (66/التحریم:8) ''تم لوگ توبہ کرو اللہ سے بے انتہا خالص توبہ۔''

ط ف ق

(س) **طَفۡقًا** کسی کام کو شروع کرنے یا کرنے لگنے کا مفہوم دیتا ہے۔

خ ص ف

(ض) **خَصۡفًا** سینا۔ ٹانکنا۔ چپکانا۔ زیرِ مطالعہ آیت۔22۔

ترکیب (آیت۔19) فَتَکُوۡنَا کا فاسببیہ ہے۔ اس لیے نونِ اعرابی گرا ہوا ہے۔ (آیت۔20) وُرِیَ مادہ 'وری' سے باب مفاعلہ کا ماضی مجہول وُوۡرِیَ ہے جس کو وُرِیَ لکھتے ہیں۔ (آیت:22۔23) لَمۡ پر عطف ہونے کی وجہ سے اَقُلۡ مجزوم ہے۔ اسی طرح لَمۡ پر عطف ہونے کی وجہ سے تَرۡحَمۡنَا مجزوم ہے۔

ترجمہ

وَيٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَزَوْجُكَ	الْجَنَّةَ	فَكُلَا	مِنْ حَيْثُ	شِئْتُمَا	وَلَا تَقْرَبَا
اور اے آدمؑ	سکونت اختیار کرو	تم	اور تمہاری بیوی	اس باغ میں	پھر تم دونوں کھاؤ	جہاں سے	تم دونوں چاہو	اور تم دونوں قریب مت جانا

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ	فَتَكُوْنَا	مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (١٩)	فَوَسْوَسَ	لَهُمَا	الشَّيْطٰنُ	لِيُبْدِيَ	لَهُمَا
اس درخت کے	ورنہ تم دونوں ہو جاؤ گے	ظلم کرنے والوں میں سے	پھر برا خیال ڈالا	ان کے لیے	شیطان نے	تاکہ وہ ظاہر کرے	ان کے لیے

مَا	وٗرِيَ	عَنْهُمَا	مِنْ سَوْاٰتِهِمَا	وَقَالَ	مَا نَهٰىكُمَا	رَبُّكُمَا	عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ
اس کو جو	چھپایا گیا	ان دونوں سے	ان کی ستروں میں سے	اور اس نے کہا	تم دونوں کو نہیں روکا	تمہارے رب نے	اس درخت سے

اِلَّآ	اَنْ	تَكُوْنَا	مَلَكَيْنِ	اَوْ	تَكُوْنَا	مِنَ الْخٰلِدِيْنَ (٢٠)	وَقَاسَمَهُمَآ
مگر (اس لیے)	کہ (کہیں)	تم دونوں ہو جاؤ	فرشتے	یا	تم دونوں ہو جاؤ	ہمیشہ رہنے والوں میں سے	اور اس نے دونوں کو قسم دی

اِنِّيْ	لَكُمَا	لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۙ (٢١)	فَدَلّٰىهُمَا	بِغُرُوْرٍ ۚ	فَلَمَّا	ذَاقَا
بیشک میں	تم دونوں کے لیے	یقیناً خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں	تو اس نے پھسلا دیا دونوں کو	فریبوں سے	پھر جب	دونوں نے چکھا

الشَّجَرَةَ	بَدَتْ	لَهُمَا	سَوْاٰتُهُمَا	وَطَفِقَا	يَخْصِفٰنِ	عَلَيْهِمَا	مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ
اس درخت کو	تو ظاہر ہو گئے	ان کے لیے	ان کی ستروں کے حصے	اور وہ دونوں لگے	چپکانے	اپنے اوپر	باغ کے پتوں میں سے

وَنَادٰىهُمَا	رَبُّهُمَآ	اَلَمْ اَنْهَكُمَا	عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ	وَاَقُلْ	لَّكُمَآ	اِنَّ
اور پکارا ان دونوں کو	ان کے رب نے	کیا میں نے روکا نہیں تھا تم دونوں کو	اس درخت سے	اور میں نے کہا نہیں تھا	تم دونوں سے	کہ

الشَّيْطٰنَ	لَكُمَا	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (٢٢)	قَالَا	رَبَّنَا	ظَلَمْنَآ	اَنْفُسَنَا ۫ سکتہ	وَاِنْ	لَّمْ تَغْفِرْ
شیطان	تم دونوں کا	ایک کھلا دشمن ہے	ان دونوں نے کہا	اے ہمارے رب	ہم نے ظلم کیا	اپنی جانوں پر	اور اگر	تو نے معاف نہ کیا

لَنَا	وَتَرْحَمْنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (٢٣)	قَالَ	اهْبِطُوْا	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ
ہم کو	اور تو نے رحم نہ کیا ہم پر	تو ہم لازماً ہو جائیں گے	گھاٹا پانے والوں میں سے	(اللہ نے) کہا	تم لوگ نیچے اترو	تم میں کا کوئی	کسی کے لیے

عَدُوٌّ ۚ	وَلَكُمْ	فِي الْاَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَّمَتَاعٌ	اِلٰى حِيْنٍ (٢٤)	قَالَ	فِيْهَا
دشمن ہے	اور تمہارے لیے	زمین میں	ایک ٹھکانہ ہے	اور برتنے کا کچھ سامان ہے	کچھ عرصہ تک	(اللہ نے) کہا	اس میں

تَحْيَوْنَ	وَفِيْهَا	تَمُوْتُوْنَ	وَمِنْهَا	تُخْرَجُوْنَ ۧ (٢٥)
تم لوگ زندہ رہو گے	اور اس میں	تم لوگ مرو گے	اور اس میں سے	تم لوگ نکالے جاؤ گے

نوٹ:1 گزشتہ چند آیات میں حضرت آدمؑ اور ابلیس کا جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے چند اہم حقائق واضح طور پر سامنے آتے ہیں۔

(۱) انسان کے اندر شرم و حیاء کا ایک فطری جذبہ ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہ شرم انسان کے اندر تہذیب کے ارتقاء سے پیدا نہیں ہوئی ہے، جیسا کہ بعض مغربی مفکرین نے قیاس کیا ہے، بلکہ درحقیقت یہ وہ فطری چیز ہے جو اول روز سے انسان میں موجود تھی۔

(۲) شیطان اپنی بڑائی کا خود مدعی تھا جبکہ انسان نے اپنی بڑائی کا خود دعویٰ نہیں کیا بلکہ بڑائی اسے دی گئی ہے۔ (یعنی جو انسان

خود اپنی بڑائی کا دعویٰ کرے وہ دراصل شیطان کا شاگرد ہے کیونکہ یہ انسانی نہیں بلکہ شیطانی عمل ہے۔مرتب)۔

(۳) شیطان نے خالص غرور اور تکبر کی بنا پر اللہ کی نافرمانی کی جبکہ انسان نے نافرمانی کو خود اختیار نہیں کیا بلکہ شیطان کے بہکانے سے وہ اس میں مبتلا ہوا۔

(۴) انسان نے شر کی کھلی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ داعی شر کو داعی خیر بن کر اس کے سامنے آنا پڑا۔ وہ پستی کی طرف پستی کی طلب میں نہیں گیا بلکہ اس دھوکے میں گیا کہ یہ راستہ اسے بلندی کی طرف لے جائے گا۔

(۵) عام طور پر یہ جو مشہور ہوگیا ہے کہ شیطان نے پہلے بی بی حوا کو دامِ فریب میں گرفتار کیا پھر انہیں حضرت آدمؑ کو ورغلانے کا آلۂ کار بنایا، قرآن اس کی تردید کرتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے خہ شیطان نے دونوں کو دھوکہ دیا اور دونوں اس سے دھوکہ کھا گئے۔

(۶) شیطان اپنے قصور کا اعتراف کرنے کے بجائے نافرمانی پر اور زیادہ جم گیا۔ جبکہ انسان نے اپنے قصور کا اعتراف کیا، اس پر نادم ہوا اور معافی مانگی اور اسے معاف کر دیا گیا۔

(۷) اس لیے جو انسانی راہ مطلوب و محمود ہے اسے شیطانی راہ سے بالکل الگ کر کے واضح کر دیا۔ اب یہ ہر انسان کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے لیے انسانی راہ کو منتخب کرتا ہے یا شیطانی راہ اختیار کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)۔

نوٹ:2

جنت سے نیچے اترنے کا خطاب حضرت آدمؑ، بی بی حوا اور ابلیس سے تھا۔ (اس لیے یہاں تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ آیا ہے۔ مرتب)۔ مفسرین نے ان مقامات کا بھی ذکر کیا ہے جہاں ان میں سے ہر ایک پھینکا گیا تھا۔ لیکن یہ ساری خبریں اسرائیلیات سے لی گئی ہیں۔ ان کی صحت سے خدا ہی واقف ہے۔ اگر ان مقامات کے تعین میں کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ضرور ذکر فرماتا یا حدیث میں کہیں مذکور ہوتا۔ (ابن کثیر)

آیت نمبر (26 تا 30)

ر ی ش

(ض)	رَيْشًا	کسی کے حال کی اصلاح کرنا۔
	رِيْشٌ	اسم جنس ہے۔ واحد رِيْشَةٌ جمع رِيَاشٌ۔ پرندوں کے پر۔ آرائش و زیبائش کی کوئی بھی چیز۔ زیر مطالعہ آیت۔26۔

ب د ء

(ف)	بَدْءًا	کسی کام کی ابتدا کرنا۔ پہل کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔29۔
(افعال)	اِبْدَاءً	ثلاثی مجرد کا ہم معنی ہے۔ ابتدا کرنا۔ ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ﴾ (29/العنکبوت:19) ''تو کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ اللہ کیسے ابتدا کرتا ہے تخلیق کی۔''

ترکیب

(آیت۔26) لِبَاسًا نکرہ مخصوصہ ہے۔ يُوَارِيْ اس کی خصوصیت ہے اور رِيْشًا حال ہے۔ (آیت۔27) يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا، پورا جملہ اَخْرَجَ کا حال ہے۔ اِنَّهٗ کی ضمیر شیطان کے لیے بھی مانی جاسکتی ہے اور اسے ضمیر الشان بھی مانا جاسکتا ہے۔ ہماری ترجیح یہ ہے کہ اسے ضمیر الشان مانا جائے۔ (آیت۔29) مَسْجِدٍ ظرفِ مکان اور ظرفِ زمان، دونوں معنی دیتا ہے۔ ہم ظرف زمان سے ترجمہ کریں گے۔ اسم الفاعل مُخْلِصِيْنَ حال ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ اس نے فاعل کا کام کیا ہے اور اس نے اَلدِّيْنَ کو نصب دی ہے۔ (آیت۔30) پہلا فَرِيْقًا مفعول ہے هَدٰى کا۔ دوسرا فَرِيْقًا بھی مفعول ہے اور اس کا فعل اَضَلَّ محذوف ہے۔ وَيَحْسَبُوْنَ کا واوٴ حالیہ ہے۔

ترجمہ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	قَدْ اَنْزَلْنَا	عَلَيْكُمْ	لِبَاسًا	يُّوَارِيْ	سَوْاٰتِكُمْ	وَرِيْشًا ۭ
اے آدمؑ کے بیٹو	ہم نے اتارا ہے	تم لوگوں پر	ایک ایسا لباس جو	چھپاتا ہے	تمہاری ستر کے حصوں کو	اور زیبائش ہوتے ہوئے

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ	ذٰلِكَ	خَيْرٌ ۭ	ذٰلِكَ	مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ ﴿26﴾	يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ
اور تقویٰ کا لباس!	وہ (تو)	سب سے بہتر ہے	یہ	اللہ کی نشانیوں میں سے ہے	شائد وہ لوگ	نصیحت پکڑیں	اے آدمؑ کے بیٹو

لَا يَفْتِنَنَّكُمُ	الشَّيْطٰنُ	كَمَآ	اَخْرَجَ	اَبَوَيْكُمْ	مِّنَ الْجَنَّةِ	يَنْزِعُ	عَنْهُمَا
ہرگز لغزش نہ دے تم کو	شیطان	جیسے کہ	اس نے نکالا	تمہارے والدین کو	جنت سے	اس حال میں کہ اس نے کھینچ اتارا	ان دونوں سے

لِبَاسَهُمَا	لِيُرِيَهُمَا	سَوْاٰتِهِمَا ۭ	اِنَّهٗ	يَرٰىكُمْ	هُوَ	وَقَبِيْلُهٗ	مِنْ حَيْثُ
دونوں کا لباس	تاکہ وہ دکھائے دونوں کو	ان کی ستروں کے حصے	حقیقت یہ ہے کہ	دیکھتا ہے تم لوگوں کو	وہ	اور اس کا قبیلہ	وہاں سے جہاں

لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ	اِنَّا	جَعَلْنَا	الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَاۗءَ	لِلَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿27﴾	وَاِذَا	فَعَلُوْا
تم نہیں دیکھتے ان کو	بیشک	ہم نے بنایا	شیطانوں کو	دوست	ان کے لیے جو	ایمان نہیں لاتے	اور جب کبھی	وہ لوگ کرتے ہیں

فَاحِشَةً	قَالُوْا	وَجَدْنَا	عَلَيْهَآ	اٰبَاۗءَنَا	وَاللّٰهُ	اَمَرَنَا	بِهَا ۭ	قُلْ	اِنَّ اللّٰهَ
کوئی بے حیائی	تو کہتے ہیں	ہم نے پایا	اس پر	اپنے اجداد کو	اور اللہ نے	حکم دیا ہم کو	اس کا	آپ کہہ دیجئے	بیشک اللہ

لَا يَاْمُرُ	بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ	اَ	تَقُوْلُوْنَ	عَلَي اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿28﴾	قُلْ	اَمَرَ	رَبِّيْ
حکم نہیں دیتا	بے حیائیوں کا	کیا	تم لوگ کہتے ہو	اللہ پر	وہ، جو	تم لوگ نہیں جانتے	آپؐ کہیے	حکم دیا	میرے رب نے

بِالْقِسْطِ ۣ	وَ	اَقِيْمُوْا	وُجُوْهَكُمْ	عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ	وَّادْعُوْهُ	مُخْلِصِيْنَ
انصاف کا	اور (یہ کہ)	تم لوگ سیدھا رکھو	اپنے چہروں کو	ہر سجدہ کرنے کے وقت پر	اور پکارو اس کو	خالص کرنے والا ہوتے ہوئے

لَهُ	الدِّيْنَ ڛ	كَمَا	بَدَاَكُمْ	تَعُوْدُوْنَ ﴿29﴾ ۭ	فَرِيْقًا	هَدٰى	وَفَرِيْقًا
اس کے لیے	کل دین کو	جیسے	اس نے ابتدا کی تمہاری	(ویسے ہی) تم لوگ لوٹو گے	ایک فریق کو	اس نے ہدایت دی	اور ایک فریق کو (اس نے گمراہی دی)

حَقَّ	عَلَيْهِمُ	الضَّلٰلَةُ ۭ	اِنَّهُمُ	اتَّخَذُوا	الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَاۗءَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	وَ
(کیونکہ) ثابت ہوئی	ان پر	گمراہی	بیشک انہوں نے	بنایا	شیطانوں کو	دوست	اللہ کے علاوہ	اس حال میں کہ

يَحْسَبُوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّهْتَدُوْنَ ﴿30﴾
سمجھتے ہوئے	کہ وہ	ہدایت یافتہ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

881

آیت نمبر (31 تا 37)

ترکیب

(آیت۔32) زِيْنَةَ اللّٰهِ اور اَلطَّيِّبٰتِ، دونوں حَرَّمَ کے مفعول ہیں۔ اس لیے دونوں حالت نصب میں ہیں۔ خَالِصَةً حال ہے۔ يَوْمَ ظرف ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔ لِقَوْمٍ نکرہ مخصوصہ ہے۔ (آیت۔33) اَلْفَوَاحِشَ، اَلْاِثْمَ اور اَلْبَغْيَ، یہ سب حَرَّمَ کے مفعول ہیں۔ جبکہ اَنْ تُشْرِكُوْا اور اَنْ تَقُوْلُوْا سے پہلے حَرَّمَ محذوف ہے۔ سَاعَةً تمیز ہے۔

ترجمہ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	خُذُوْا	زِيْنَتَكُمْ	عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ	وَّ كُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ	اِنَّهٗ
اے آدمؑ کے بیٹو	تم لوگ پکڑو	اپنی زینت کو	ہر سجدہ کرنے کے وقت	اور کھاؤ	اور پیو	اور حد سے تجاوز مت کرو	بیشک وہ

لَا يُحِبُّ	الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱	قُلْ	مَنْ	حَرَّمَ	زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ	اَخْرَجَ	لِعِبَادِهٖ	وَالطَّيِّبٰتِ
پسند نہیں کرتا	حد سے تجاوز کرنے والوں کو	آپؐ کہیے	کس نے	حرام کیا	اللہ کی اس زینت کو جو	اس نے نکالی	اپنے بندوں کے لیے	اور پاکیزہ چیزوں کو

مِنَ الرِّزْقِ ۭ	قُلْ	هِيَ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	خَالِصَةً	يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
رزق میں سے	آپؐ کہہ دیجیے	یہ	ان لوگوں کے لیے ہے جو	ایمان لائے	دنیوی زندگی میں	(لیکن) خالص ہوتے ہوئے	قیامت کے دن

كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ۝۳۲	قُلْ	اِنَّمَا	حَرَّمَ
اس طرح	ہم کھول کھول کر بتاتے ہیں	آیتوں کو	ایسے لوگوں کے لیے جو	علم رکھتے ہیں	آپ کہہ دیجیے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	حرام کیا

رَبِّيَ	الْفَوَاحِشَ	مَا ظَهَرَ	مِنْهَا	وَمَا بَطَنَ	وَالْاِثْمَ	وَالْبَغْيَ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	وَاَنْ
میرے رب نے	بے حیائیوں کو	جو نمایاں ہوا	اس سے	اور جو پوشیدہ رہا	اور گناہ کو	اور زیادتی کرنے کو	حق کے بغیر	اور (اس نے حرام کیا) کہ

تُشْرِكُوْا	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ يُنَزِّلْ	بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَّاَنْ	تَقُوْلُوْا	عَلَى اللّٰهِ	مَا
تم لوگ شریک کرو	اللہ کے ساتھ	اس کو	اس نے اتارا ہی نہیں	جس کی	کوئی سند	اور (اس نے حرام کیا) کہ	تم لوگ کہو	اللہ پر	وہ جس کا

لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۳	وَلِكُلِّ اُمَّةٍ	اَجَلٌ ۚ	فَاِذَا	جَاۗءَ	اَجَلُهُمْ	لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
تم لوگ علم نہیں رکھتے	اور ہر ایک امت کے لیے	ایک وقت ہے	پھر جب	آجائے	ان کا وقت	تو وہ لوگ پیچھے نہیں ہوں گے

سَاعَةً	وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۳۴
ایک گھڑی (یعنی لمحہ بھر بھی)	اور نہ آگے ہوں گے

نوٹ: 1 ایک عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں کا استعمال قربِ الٰہی میں رکاوٹ بنتا ہے۔ اس لیے کوئی جوگی بنتا ہے، کوراہبانیت اختیار کرتا ہے اور کچھ صوفی بھی ان کی نقل کرتے ہیں۔ لیکن اسلام اس سے منع کرتا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے ہی پیدا کی ہیں۔ اصول یہ ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب حلال ہیں۔ جب تک کسی چیز کا حرام ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوجائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصلاً تو یہ چیزیں اہل ایمان کے لیے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ لیکن اس دنیا میں کافروں کو بھی ان سے استفادہ کرنے کی اجازت ہے کیونکہ یہ دنیا دارالجزاء نہیں ہے بلکہ دارالامتحان ہے۔ البتہ قیامت میں یہ چیزیں صرف اہل ایمان کے لیے ہوں گی۔

جہاں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو دلیل شرعی کے بغیر اپنے اوپر حرام کرنا منع ہے، وہیں ان کے استعمال میں حد سے تجاوز کرنا بھی منع ہے۔ اسراف کا مطلب ہے کسی جائز ضرورت پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔ مثلاً کھانے میں متعدد ڈشوں کا اور سویٹ ڈش میں ایک سے زائد ڈشوں کا اہتمام کرنا، بھوک سے زیادہ کھانا یا بھوک کے بغیر کھانا جیسے IN BETWEEN THE MEALS بسکٹوں یا اسنیکس کا اہتمام کرنا وغیرہ۔ اسی طرح کپڑے، جوتے اور رہائش کی دوسری ضروریات پر ضروریات سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے اور ایسا کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

نوٹ: 2 اثم وہ خطائیں ہیں جو فاعل کی اپنی ذات سے متعلق ہیں اور بغی وہ زیادتی ہے جو دوسروں کے ساتھ کی جائے۔ (ابن کثیر)۔ بغی میں حق کے بغیر کا مفہوم ازخود شامل ہے۔ کیونکہ زیادتی کہتے ہی اس کو ہیں جو حق کے بغیر ہو۔ آیت میں بِغَيْرِ الْحَقِّ کا اضافہ تاکید کے لیے کیا گیا ہے۔ جیسے اردو لفظ ''دیکھنا'' میں آنکھوں سے دیکھنے کا مفہوم ازخود شامل ہے۔ لیکن جب تاکید مقصود ہوتی ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (حافظ احمد یار صاحب مرحوم)

نوٹ: 3 یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ افراد اور اقوام کے معاملہ میں اللہ نے ''اجل'' کے پیمانے الگ الگ رکھے ہیں۔ افراد کے پیمانے تو سالوں، مہینوں، دنوں، گھنٹوں اور منٹوں کے حساب سے پورے ہوتے ہیں۔ جب وہ پورے ہوجاتے ہیں۔ تو فرد ختم ہوجاتا ہے۔ جبکہ قوموں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان کا حساب ان کے اخلاق زوال کی ایک خاص حد ہے۔ کوئی قوم جب گرتے گرتے اس حد کو پہنچ جاتی ہیں تو اس کا سفینہ غرق ہوجاتا ہے۔ جس طرح افراد کی موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم، اسی طرح قوموں کے فنا ہونے کے وقت علم بھی اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (تدبر قرآن)

البتہ کسی فرد کے بالوں کی سفیدی، اعضاء کی کمزوری، چہرے کی جھریاں وغیرہ ایسی علامات ہیں جن کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ اس فرد کا وقت اب قریب آلگا ہے۔ اسی طرح قوموں کی اخلاقی گراوٹ کی کچھ علامات ہیں جنہیں دیکھ کر کہا جاتا جاسکتا ہے کہ اس قوم کے دن اب گنے جاچکے ہیں۔ ایسی علامات کے ظہور کی ابتداء عموماً اس وقت ہوتی ہے جب وہ قوم فوجی ساز وسامان اور طاقت کے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے جہاں اس دنیا میں کوئی مدمقابل باقی نہیں رہتا اور اسے نظر آتا ہے کہ اب وہ جو چاہے کرے، اس کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ (سورۃ العلق، آیات۔6۔7) کے پھر طاقت کے نشے میں اسے ہر نقشہ الٹا نظر آتی ہے، لیلیٰ نظر آتا ہے۔ پھر وہ ایسی اخلاقی اقدار کو اپنے پاؤں تلے روندنا شروع کرتی ہے جن کی کبھی وہ خود علمبردار تھی پھر وہ صرف دھاندلی نہیں کرتی بلکہ پوری ڈھٹائی

اور بے حیائی سے کرتی ہے اور اسے اپنا حق سمجھتی ہے۔ اخلاقی گراوٹ کی پستی اس کے سفینے میں سوراخ کرتی رہتی ہے اور وہ قوم اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھودتی رہتی ہے۔

مثلاً موسیٰ اور ہارون نے فرعون کے دربار میں مطالبہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دو اور ان کو عذاب دینے کا سلسلہ ختم کردو۔ (سورہ طٰہٰ، آیت۔47)۔ اس وجہ سے فرعون نے ان پر جادوگر ہونے، آجکل کی اصطلاح میں دہشت گرد ہونے کا الزام لگایا اور اپنی قوم کو بتایا کہ یہ دونوں چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو تمہاری زمین سے نکال دیں اور تمہاری بے مثال تہذیب وتمدن کا ستیاناس کردیں۔ (سورۃ طٰہٰ، آیت۔63)۔ حالانکہ موسیٰؑ اس سرزمین سے بنی اسرائیل کو نکال کرلے جانا چاہتے تھے اور اس کے بعد فرعونیوں کی تہذیب سے ان کو کوئی واسطہ نہ رہتا۔ اس طرح معمولی سمجھ بوجھ کا ہر آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ فرعون کا الزام کتنا بے بنیاد اور کیسی دھاندلی پر مبنی تھا۔ لیکن طاقت کے نشہ کا یہ عالم تھا کہ قوم نے اس الزام کو درست تسلیم کیا۔ اخلاقی گراوٹ کی یہ وہ حد ہے جسے عبور کرنے کے بعد وہ قوم اس زمین پر ایک قوم ایک حیثیت سے رہنے کے حق سے محروم ہوگئی اور انہوں نے اپنی بے مثال تہذیب کو اپنے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا۔ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ

آیت نمبر (35 تا 39)

ترکیب

(آیت۔35) اِمَّا دراصل اِنۡ مَا ہے۔ اس میں اِنۡ شرطیہ ہے اور مَا تاکید کا ہے (آیت 2/البقرۃ:38، ترکیب)۔ یَقُصُّوۡنَ حال ہے رُسُلٌ کا۔ اِمَّا کا جواب شرط فَمَنِ اتَّقٰی ہے اور یہ خود بھی شرط ہے۔ اس کا جواب شرط فَلَا خَوۡفٌ ہے۔ (آیت۔37) رُسُلُنَا میں رُسُلٌ عاقل کی جمع مکسر ہے۔ اس لیے اس کے لیے مؤنث کا صیغہ جَآءَتۡ اور مذکر کا صیغہ یَتَوَفَّوۡنَ، دونوں جائز ہیں۔ اُمَمٍ نکرہ مخصوصہ ہے۔ ان آیات میں شرط اور جواب شرط کی وجہ سے افعال ماضی کا ترجمہ حال یا مستقبل میں کیا جائے گا۔

ترجمہ

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ	اِمَّا	یَاۡتِیَنَّكُمۡ	رُسُلٌ	مِّنۡكُمۡ	یَقُصُّوۡنَ	عَلَیۡكُمۡ	اٰیٰتِیۡ	فَمَنِ	اتَّقٰی
اے آدمؑ کے بیٹوں	اگر کبھی	تمہارے پاس آئیں	کچھ رسول	تم میں سے	بیان کرتے ہوئے	تم پر	میری آیات کو	تو جو	تقویٰ کرے گا

وَاَصۡلَحَ	فَلَا خَوۡفٌ	عَلَیۡهِمۡ	وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝۳۵	وَالَّذِیۡنَ	كَذَّبُوۡا	بِاٰیٰتِنَا	وَاسۡتَكۡبَرُوۡا
اور اصلاح کرے گا (اپنی)	تو کوئی خوف نہیں ہوگا	ان پر	اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے	اور جنہوں نے	جھٹلایا	ہماری آیات کو	اور تکبر کیا

عَنۡهَاۤ	اُولٰٓئِكَ	اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ	هُمۡ	فِیۡهَا	خٰلِدُوۡنَ ۝۳۶	فَمَنۡ	اَظۡلَمُ	مِمَّنِ	افۡتَرٰی
ان سے	وہ لوگ	آگ والے ہیں	وہ لوگ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں	تو کون	زیادہ ظالم ہے	اس سے جس نے	گھڑا

عَلَی اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوۡ	كَذَّبَ	بِاٰیٰتِهٖ ؕ	اُولٰٓئِكَ	یَنَالُهُمۡ	نَصِیۡبُهُمۡ	مِّنَ الۡكِتٰبِ ؕ	حَتّٰۤی	اِذَا
اللہ پر	ایک جھوٹ	یا	جھٹلایا	اس کی آیات کو	وہ لوگ ہیں	پہنچے گا جن کو	ان کا حصہ	لکھے میں سے	یہاں تک کہ	جب

جَآءَتۡهُمۡ	رُسُلُنَا	یَتَوَفَّوۡنَهُمۡ ۙ	قَالُوۡۤا	اَیۡنَ	مَا
آئیں گے ان کے پاس	ہمارے پیغامبر (فرشتے)	ان کو پورا پورا لیتے ہوئے (یعنی روح قبض کرتے ہوئے)	تو وہ کہیں گے	کہاں ہے	وہ، جس کو

کُنۡتُمۡ تَدۡعُوۡنَ	مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ	قَالُوۡا	ضَلُّوۡا	عَنَّا	وَشَهِدُوۡا	عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ 881	اَنَّهُمۡ
تم لوگ پکارا کرتے تھے	اللہ کے علاوہ	تو لوگ کہیں گے	وہ گم ہو گئے	ہم سے	اور گواہی دیں گے	اپنے نفس کے خلاف	کہ وہ لوگ

كَانُوۡا	كٰفِرِيۡنَ ﴿۳۷﴾	قَالَ	ادۡخُلُوۡا	فِىۡۤ اُمَمٍ	قَدۡ خَلَتۡ	مِنۡ قَبۡلِكُمۡ
تھے	کفر کرنے والے	وہ (یعنی اللہ) کہے گا	تم لوگ داخل ہو جاؤ	ایک ایسی امت میں جو	جو گزر چکی ہے	تم لوگوں سے پہلے

مِّنَ الۡجِنِّ	وَالۡاِنۡسِ	فِى النَّارِ ؕ	كُلَّمَا	دَخَلَتۡ	اُمَّةٌ	لَّعَنَتۡ	اُخۡتَهَا ؕ
جنوں میں سے	اور انسانوں میں سے	آگ میں	جب کبھی	داخل ہوتی ہے	کوئی امت	تو لعنت کرتی ہے	اپنی بہن (یعنی دوسری امت) کو

حَتّٰٓى	اِذَا	ادَّارَكُوۡا	فِيۡهَا	جَمِيۡعًا ۙ	قَالَتۡ	اُخۡرٰٮهُمۡ	لِاُوۡلٰٮهُمۡ	رَبَّنَا	هٰٓؤُلَۤاءِ
یہاں تک کہ	جب	وہ لوگ آملیں گے	اس میں	سب کے سب	تو کہے گی	ان کی دوسری	اپنی پہلی کے لیے	اے ہمارے رب	یہ ہیں

اَضَلُّوۡنَا	فَاٰتِهِمۡ	عَذَابًا ضِعۡفًا	مِّنَ النَّارِ ؕ	قَالَ	لِكُلٍّ	ضِعۡفٌ	وَّلٰـكِنۡ
جنہوں نے گمراہ کیا ہم کو	پس تو دے ان کو	دوگنا عذاب	آگ میں سے	وہ (یعنی اللہ) کہے گا	ہر ایک کے لیے	دوگنا ہے	اور لیکن

لَّا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۸﴾	وَقَالَتۡ	اُوۡلٰٮهُمۡ	لِاُخۡرٰٮهُمۡ	فَمَا كَانَ	لَـكُمۡ	عَلَيۡنَا	مِنۡ فَضۡلٍ	فَذُوۡقُوا
تم لوگ جانتے نہیں	اور کہے گی	ان کی پہلی	اپنی دوسری سے	پس نہیں تھی	تمہارے لیے	ہم پر	کسی قسم کی کوئی فضیلت	تو چکھو

الۡعَذَابَ	بِمَا	كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ﴿۳۹﴾ ع
عذاب کو	بسبب اس کے جو	تم لوگ کمائی کرتے تھے

نوٹ:1 آیت نمبر۔37 میں آیا ہے کہ نافرمان لوگوں کو اَلۡكِتٰبِ میں سے ان کا حصہ پہنچے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیوی زندگی کے لیے ان کی تقدیر میں جو مہلت عمر اور رزق وغیرہ لکھا ہوا ہے، وہ ان کو ملے گا اور ان کی نافرمانی کی وجہ سے اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ دنیا دارالامتحان ہے دارالجزاء نہیں ہے۔

نوٹ:2 دوزخی لوگ اپنے پیش رو لوگوں کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے کہ ان لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا، اس لیے ان کو دوگنا عذاب دے۔ ایک ان کی اپنی گمراہی کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔ جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ سب کے لیے دوگنا عذاب ہے۔ اس کی وجہ سمجھ لیں جس کی وضاحت مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے کی ہے۔

نیکی ہو یا بدی، دونوں اپنی فطرت کے اعتبار سے متعدی چیزیں ہیں۔ یہ اپنے کرنے والے کی ذات تک محدود نہیں رہتی ہیں۔ بلکہ ان کے اثرات دوسروں تک بھی منتقل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نیکی کا ایک ذرہ احد پہاڑ کے برابر ہو سکتا ہے اور بدی کا ایک تخم لق ودق جنگل کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ اس آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے (جو سورۃ النساء، آیت نمبر۔85 میں اور احادیث میں بیان ہوا ہے) کہ تم میں سے اگلے اور پچھلے دونوں ہی کے لیے اپنے گناہوں کے ساتھ ساتھ ان کے گناہوں سے بھی حصہ ملنے والا ہے جن

کے لیے تم نے ان گناہوں کی مثال قائم کی۔ تم فریاد کر رہے ہو کہ تمہارے اگلوں نے تمہارے لیے بری مثال قائم کی۔ اس وجہ سے ان کو زیادہ عذاب ہو۔ ان کو بیشک زیادہ عذاب ملے گا۔ لیکن تم نے جو بری مثال اپنے بعد والوں کے لیے چھوڑی، اس کے نتائج سے 881 تم کس طرح بچ جاؤ گے۔ جو پیمانہ ان کے لیے ہے وہی پیمانہ تمہارے لیے ہے۔ اگر ان کی روش بد کے ساتھ ساتھ تم اپنی روش بد کے اثرات کا بھی علم رکھتے تو تم مانتے کہ تم اور وہ، دونوں یکساں مجرم ہو۔ لیکن تمہیں اپنے بوئے ہوئے تخم بد کی ہولنا کیوں کا علم نہیں ہے۔ اب وہ تمہارے سامنے آ گے گا (تدبر قرآن)

یہاں پر کچھ ذہنوں میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت کے وقت زمین پر جو آخری نسل انسانی بدی میں ملوث ہوگی، ان کی بدی کے اثرات تو کسی اگلی نسل کو منتقل نہیں ہوں گے، تو کیا ان کو کہرا عذاب ہوگا۔ اس کا جواب نفی میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لِكُلٍّ (سب کے لیے، ہر ایک کے لیے) فرمایا ہے۔ اس کی وجہ وہ لوگ آسانی سے سمجھ لیں گے۔ جنہوں نے STATISTICS (اعداد وشمار کا علم) میں EXTRAPOLATION کا فارمولا پڑھا ہے۔ دوسرے طلبا اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ کسی چیز کے گذشتہ کافی سالوں کے اعداد شمار موجود ہوں تو ماضی میں ہونے والی کمی یا اضافہ کے رجحان کی بنیاد پر مذکورہ فارمولے کے ذریعہ تخمینہ لگاتے لیتے ہیں کہ چند سالوں کے بعد اعداد و شمار کیا ہوں گے۔ عام طور پر یہ تخمینے تقریباً صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ اگر کبھی تھوڑا بہت یا کبھی کبھار زیادہ فرق ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی علم پرفیکٹ نہیں بلکہ ناقص ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر نقص سے پاک ہے۔ اس لیے اس کا علم بھی پرفیکٹ ہے اور وہ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے۔ اس کے لیے یہ بہت آسان ہے کہ وہ آخری نسلوں کی بدی کے منتقل ہونے والے اثرات کا بالکل ٹھیک ٹھیک (Exact) حساب کر کے ان لوگوں کو اس کی بھی سزا دے۔ اس لیے فرمایا لِكُلٍّ ضِعْفٌ۔

آیت نمبر (40 تا 43)

ج م ل

(ک)
جَمَالًا — خوب صورت ہونا۔ خوب سیرت ہونا۔

جَمَالٌ — اسم ذات بھی ہے۔ خوبصورتی۔ ﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ ﴾ ''اور تمہارے لیے اس میں خوبصورتی ہے۔''

جَمِيْلٌ — فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ خوبصورت۔ خوب سیرت۔ ﴿ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝٨٥ ﴾ (15/الحجر:85) ''پس تو نظر انداز کر، خوب صورت نظر انداز کرنا۔''

جَمَلٌ — (ج) جِمَالَةٌ اونٹ۔ ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝٣٣ ﴾ (77/المرسلٰت: 33) ''جیسے کہ وہ ہوں زرد اونٹ۔''

(ن)
جَمْلًا — جمع کرنا۔ اکٹھا کرنا۔

جُمْلَةٌ — اکٹھا کی ہوئی چیز۔ ﴿ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ ﴾ (25/الفرقان:32) ''کیوں نہیں اتارا گیا ان پر قرآن اکٹھا ایک بار۔''

س م م

(ن)
سُمُوْمًا — جھلسنا۔

سَمُوْمًا — جھلس دینے والی گرم ہوا۔ لُو۔ ﴿ وَالْجَاۗنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝٢٧ ﴾ (15/الحجر:27) ''اور جن! ہم نے پیدا کیا اس کو اس سے پہلے لُو کی آگ سے۔''

سَمٌّ — تنگ سوراخ۔ جیسے سوئی کا ناکا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 40

ترکیب

(آیت۔41) مِهَادٌ اور غَوَاشٍ مبتداء مؤخر نکرہ ہیں، لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ ان دونوں کی قائم مقام خبر مقدم ہے۔ جبکہ وَمِنْ فَوْقِهِمْ، غَوَاشٍ کی متعلق خبر ہے۔ (آیت۔42) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مبتداء ہے اور اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اس کی خبر ہے، درمیان میں لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ جملہ معترضہ ہے۔ آیت 43 سے شروع ہو کر آگے کئی آیات تک قیامت کا ذکر ہے اس لیے ان آیات میں افعال ماضی کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔

ترجمہ

اِنَّ الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَا	لَا تُفَتَّحُ	لَهُمْ	اَبْوَابُ السَّمَآءِ
بیشک جن لوگوں نے	جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	اور گھمنڈ کیا	ان سے	نہیں کھولے جائیں گے	ان کے لیے	آسمان کے دروازے

وَلَا يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ	حَتّٰى	يَلِجَ	الْجَمَلُ	فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِي
اور نہ ہی داخل ہوں گے	جنت میں	یہاں تک کہ	گھس جائے	اونٹ	سوئی کے ناکے میں	اور اس طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤٠﴾	لَهُمْ	مِّنْ جَهَنَّمَ	مِهَادٌ	وَّمِنْ فَوْقِهِمْ	غَوَاشٍ ط	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِي
جرم کرنے والوں کو	ان کے لیے	جہنم میں سے ہے	ایک بچھونا	اور ان کے اوپر سے	کچھ چھا جانے والی چیزیں	اور اس طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَا نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَآ
ظلم کرنے والوں کو	اور جو لوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	ہم پابند نہیں کرتے	کسی جان کو	مگر	اس کی وسعت کو

اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿٤٢﴾	وَنَزَعْنَا	مَا	فِيْ صُدُوْرِهِمْ
تو وہ لوگ	جنت والے ہیں	یہ لوگ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں	اور ہم کھینچ نکالیں گے	اس کو جو	ان کے سینوں میں ہے

مِّنْ غِلٍّ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهِمُ	الْاَنْهٰرُ ج	وَقَالُوا	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْ
کسی قسم کی کوئی کدورت	بہتی ہوں گی	ان کے نیچے سے	نہریں	اور وہ لوگ کہیں گے	تمام شکر و تعریف	اللہ ہی کے لیے ہے	جس نے

هَدٰىنَا	لِهٰذَا قف	وَمَا كُنَّا	لِنَهْتَدِيَ	لَوْلَآ	اَنْ	هَدٰىنَا	اللّٰهُ ج	لَقَدْ جَآءَتْ	رُسُلُ رَبِّنَا
پہنچایا ہم کو	یہاں تک	اور ہم نہیں تھے	کہ ہم ہدایت پاتے	اگر نہ ہوتا	کہ	ہم کو ہدایت دیتا	اللہ	آ چکے تھے	ہمارے رب کے رسول

بِالْحَقِّ ط	وَنُوْدُوْٓا	اَنْ	تِلْكُمُ الْجَنَّةُ	اُوْرِثْتُمُوْهَا	بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾
حق کے ساتھ	اور پکارا جائے گا	کہ	یہ جنت	تم لوگوں کو وارث بنایا گیا اس کا	بسبب اس کے جو	تم لوگ کرتے تھے

نوٹ:1

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بندہ کے لے جب موت کا وقت آتا ہے تو حضرت عزرائیل اس کی روح کو خطاب کرتے ہیں کہ رب کی مغفرت کے لیے نکلو۔ اس وقت اس کی روح اس طرح بدن سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشکیزہ کا منہ کھول دیا جائے

تو اس کا پانی نکل جاتا ہے۔ اس کی روح کو لے فرشتے پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھو اور اس کو واپس کردو۔ پھر یہ روح لوٹ کر قبر میں آتی ہے۔ سوال وجواب کے لیے۔ کافر کا جب موت کا وقت آتا ہے تو فرشتۂ موت اس کی روح اس طرح نکالتا ہے جیسے کوئی خاردار شاخ گیلی اون میں لپٹی ہوئی ہو اور اس میں سے کھینچی جائے۔ اس کی روح کو لے کر فرشتے پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس کا دروازہ نہیں کھولا جاتا بلکہ حکم ہوتا ہے اس بندے کا اعمال نامہ سجین میں رکھو اور اس کو واپس کردو۔ پھر یہ روح لوٹ کر قبر میں سوال وجواب کے لیے آتی ہے۔ (معارف القران)

نوٹ:2 حکایات (Case Studies) میں جو واقعات ہوتے ہیں، عام طور پر وہ فرض ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد اور افادیت یہ ہوتی ہے کہ کسی بات کو ایک واقعاتی شکل دینے سے وہ بات سمجھنا اور سمجھانا آسان ہوجاتا ہے۔ ہمارے استادِ محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے ایسی ہی ایک حکایت اپنے طلبا کو سنائی تھی جو ان کے ترجمۂ قرآن کیسٹ میں محفوظ ہے۔ اس کی افادیت کے پیشِ نظر ہم اسے نقل کر رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ دوزخی لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور درخواست کی کہ ہم اپنے کیے کی بہت سزا بھگت چکے۔ اب تو ہمیں معاف کردے اور اپنی رحمت سے ہمیں بھی جنت میں داخل کردے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لیے تم لوگوں کو ایک کام کرنا ہوگا۔ واپس جاؤ اور تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو بغض، کینہ، کدورت وغیرہ ہے، وہ سب دل سے نکال کر اور ایک دوسرے کو معاف کرکے واپس آؤ، تو میں تم لوگوں کو جنت میں داخل کردوں گا۔ واپس آکر انہوں نے سوچا کہ اگر میں نے اس کو معاف کردیا تو میرا یہ دشمن بھی جنت میں چلا جائے گا۔ اس کو تو میں کسی قیمت پر بھی جنت میں نہیں جانے دوں گا خواہ مجھے خود بھی دوزخ میں رہنا پڑے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کسی نے کسی کو معاف نہیں کیا اور سب کے سب دوزخ میں ہی پڑے رہے۔

اس حکایات میں ہمارے لیے کئی سبق ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ خود بھی غفور (بے انتہا بخشنے والا) ہے اور وہ معاف کرنے کے عمل کو پسند کرتا ہے۔ (۲) معاف کرنے کا فائدہ پہلے معاف کرنے والے کی ذات کو ہوتا ہے اس کے بعد وہ کسی اور کو منتقل ہوتا ہے۔ جبکہ معاف نہ کرنے والا اور انتقام کی فکر کرنے والا پہلے اپنا نقصان کرتا ہے اس کے بعد ہی وہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ (۳) کسی معاشرے میں جب عفو ودرگزر رواج پاتا ہے تو وہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ جبکہ کسی معاشرے میں اگر انتقام لینا ضروری قرار پاجائے تو وہ معاشرہ انتشار اور بدامنی کا شکار ہوجاتا ہے۔

آیت نمبر (44 تا 51)

ح ج ب

(ن) حَجْبًا: دو چیزوں کے درمیان حائل ہوکر ایک کو دوسرے تک پہنچنے سے روکنا۔ (۱) حائل ہونا۔ (۲) روکنا۔

حِجَابٌ: اسم ذات ہے۔ پردہ۔ اوٹ۔ رکاوٹ۔ زیر مطالعہ آیت۔ 46۔

مَحْجُوْبٌ: اسم المفعول ہے۔ روکا ہوا۔ ﴿اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَٮِٕذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ۝۱۵﴾ (83/المطففین:15) ’’بیشک وہ لوگ اپنے رب سے اس دن روکے ہوئے ہوں گے۔‘‘

ترکیب (آیت۔44۔45) وَجَدْنَا کا مفعول اول مَا ہے اور حَقًّا مفعول ثانی ہے۔ اَلَّذِيْنَ بدل ہے اَلظّٰلِمِيْنَ کا۔ (آیت۔46) رِجَالٌ مبتدا مؤخر نکرہ ہے اور نکرہ مخصوصہ بھی ہے۔ اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف ہے۔ عَلَى الْاَعْرَافِ قائم مقام خبر مقدم جبکہ يَعْرِفُوْنَ

اس کی خصوصیت ہے۔ نَادَوْا کا فاعل اس میں ھُمْ کی ضمیر ہے۔ جو رِجَالٌ کے لیے ہے۔ (آیت۔47) صُرِفَتْ[881] کا نائب فاعل اَبْصَارُھُمْ ہے جبکہ تِلْقَآءَ ظرف ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔

ترجمہ

وَنَادٰی	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	اَصْحٰبَ النَّارِ	اَنْ	قَدْ وَجَدْنَا	مَا	وَعَدَنَا	رَبُّنَا	حَقًّا
اور پکاریں گے	جنت والے	آگ والوں کو	کہ	ہم نے پایا ہے	اس کو جو	وعدہ کیا ہم سے	ہمارے رب نے	برحق

فَهَلْ	وَجَدْتُّمْ	مَّا	وَعَدَ	رَبُّكُمْ	حَقًّا ط	قَالُوْا	نَعَمْ ج	فَاَذَّنَ	مُؤَذِّنٌ	بَيْنَهُمْ
تو کیا	تم لوگوں نے پایا	اس کو جو	وعدہ کیا	تمہارے رب نے	برحق	وہ کہیں گے	ہاں	پھر پکارے گا	ایک پکارنے والا	ان کے مابین

اَنْ	لَّعْنَةُ اللّٰهِ	عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ لا	الَّذِيْنَ	يَصُدُّوْنَ	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَيَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا ج
کہ	اللہ کی لعنت ہے	ظلم کرنے والوں پر	وہ لوگ جو	روکتے ہیں	اللہ کے راستے سے	اور جو تلاش کرتے ہیں اس میں	کجی کو

وَهُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾	وَبَيْنَهُمَا	حِجَابٌ ج	وَعَلَى الْاَعْرَافِ	رِجَالٌ
اور یہ لوگ	آخرت کا	انکار کرنے والے ہیں	اور ان دونوں کے درمیان	ایک رکاوٹ ہے	اور (اس کی) بلندیوں پر	کچھ لوگ ہیں

يَّعْرِفُوْنَ	كُلًّا	بِسِيْمٰهُمْ ج	وَنَادَوْا	اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ	اَنْ	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ قف	لَمْ يَدْخُلُوْهَا
جو پہچانتے ہیں	سب کو	ان کی نشانی سے	اور وہ پکاریں گے	جنت والوں کو	کہ	سلامتی ہو	تم لوگوں پر	وہ لوگ داخل نہیں ہوئے اس میں

وَهُمْ	يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾	وَاِذَا	صُرِفَتْ	اَبْصَارُهُمْ	تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ لا	قَالُوْا	رَبَّنَا
اور وہ لوگ	آرزو کرتے ہیں	اور جب کبھی	پھیری جائیں گی	ان کی نگاہیں	آگ والوں کی طرف	تو وہ کہیں گے	اے ہمارے رب

لَا تَجْعَلْنَا	مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ ع	وَنَادٰۤى	اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ	رِجَالًا	يَّعْرِفُوْنَهُمْ	بِسِيْمٰهُمْ
تو مت بنانا ہمیں	ظالم قوم کے ساتھ	اور پکاریں گے	بلندیوں والے	کچھ لوگوں کو	وہ پہچانتے ہوں گے جن کو	ان کی نشانی سے

قَالُوْا	مَاۤ اَغْنٰى	عَنْكُمْ	جَمْعُكُمْ	وَمَا	كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾	اَهٰۤؤُلَآءِ	الَّذِيْنَ
کہیں گے	کام نہ آیا	تمہارے	تمہارا جتھا	اور وہ جس پر	تم لوگ گھمنڈ کرتے تھے	کیا یہ ہیں	وہ لوگ جن کی

اَقْسَمْتُمْ	لَا يَنَالُهُمُ	اللّٰهُ	بِرَحْمَةٍ ط	اُدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	لَا خَوْفٌ	عَلَيْكُمْ
تم لوگ قسم کھاتے تھے	(کہ) نہیں پہنچے گا ان کو	اللہ	کسی رحمت سے	(جنہیں کہا گیا) داخل ہو	جنت میں	کوئی خوف نہیں ہے	تم لوگوں پر

وَلَاۤ اَنْتُمْ	تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾	وَنَادٰۤى	اَصْحٰبُ النَّارِ	اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ	اَنْ	اَفِيْضُوْا	عَلَيْنَا	مِنَ الْمَآءِ
اور نہ ہی تم لوگ	پچھتاؤ گے	اور پکاریں گے	آگ والے	جنت والوں کو	کہ	تم لوگ بہاؤ	ہم پر	پانی میں سے (کچھ)

اَوْ	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ ط	قَالُوْۤا	اِنَّ	اللّٰهَ	حَرَّمَهُمَا	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ لا	الَّذِيْنَ
یا	اس میں سے جو	عطا کیا تم کو	اللہ نے	وہ لوگ کہیں گے	یقیناً	اللہ نے	حرام کیا دونوں کو	کافروں پر	وہ لوگ جنہوں نے

اتَّخَذُوْا	دِيْنَهُمْ	لَهْوًا	وَّ لَعِبًا	وَّ غَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	فَالْيَوْمَ	نَنْسٰهُمْ	كَمَا 881	نَسُوْا
بنایا	اپنے دین کو	تماشہ	اور کھیل	اور دھوکہ دیا ان کو	دنیوی زندگی نے	تو آج	ہم بھول جائیں گے ان کو	جیسے کہ	وہ بھولے

لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا	وَمَا	كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾
اپنے اس دن کی ملاقات کو	اور ان کو	وہ جو	ہماری نشانیوں کو	جانتے بوجھتے انکار کرتے تھے

نوٹ:1

مادہ ''ل ق ی'' کی لغت آیت نمبر۔2۔14 کے تحت دی گئی ہے۔ وہاں لفظ تِلْقَاءٌ نہیں دیا گیا ہے۔ اب نوٹ کرلیں کہ اس کا مادہ ''ل ق ی'' ہی ہے اور وزن تِفْعَالٌ ہے۔ علما نے بتایا ہے کہ اس وزن پر عربی میں دو ہی الفاظ آتے ہیں، ایک تِبْيَانٌ اور دوسرا تِلْقَاءٌ۔

تِلْقَاءٌ کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ یہ لَقِيَ۔ يَلْقٰى کے متعدد مصادر میں سے ایک مصدر ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ باب مفاعلہ کا ظرف ہے یعنی ملاقات کی جگہ یا سمت۔ ہم نے دوسری رائے کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ لفظ تین جگہ آیا ہے اور تینوں جگہ کو ظرف مان کر ترجمہ کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

نوٹ:2

جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہونے والے حصار کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے۔ یہ اَفْعَالٌ کے وزن پر عُرُفٌ کی جمع ہے اور عرف ہر چیز کے اوپر والے حصہ کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے اہل اعراف کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ اس لیے جہنم سے تو نجات ہوگئی مگر جنت میں ابھی داخل نہیں ہوئے۔ ان کو مقام اعراف پر روک لیا گیا۔ تمام اہل جنت اور اہل دوزخ کا فیصلہ ہونے کے بعد ان کا فیصلہ کیا جائے گا۔ بالآخر ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اہل اعراف کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کی مرضی اور اجازت کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کو جنت میں داخلہ سے ماں باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم کے داخلے سے شہادت فی سبیل اللہ نے روک دیا۔ (منقول از معارف القرآن بحوالہ ابن کثیرؒ)

آیت نمبر (52 تا 58)

ط ل ب

(ن) طَلَبًا کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے جستجو کرنا۔ (1) کسی چیز کے پیچھے لگنا۔ تلاش کرنا۔ (2) چاہنا۔ (زیر مطالعہ آیت۔ 54)

طَالِبٌ اسم الفاعل ہے۔ تلاش کرنے والا۔ چاہنے والا۔ ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾﴾ (22/الحج: 73) ''کمزور ہوا چاہنے والا اور جس کو چاہا گیا۔''

مَطْلُوْبٌ اسم المفعول ہے۔ جس کو تلاش کیا گیا۔ چاہا گیا۔

ح ث ث

(ن) حَثًّا کسی کو کسی کام پر ابھارنا۔ اکسانا۔

حَثِیْثٌ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ تیز رو، تیز رفتار (اکسایا ہوا ہونے کی وجہ سے)۔ زیر مطالعہ آیت۔54۔

س و ق

(ن) مَسَاقًا جانور کو پیچھے سے ہانکنا۔ زیر مطالعہ آیت۔57۔

(س) سَوْقًا موٹی پنڈلی والا ہونا۔

سَائِقٌ اسم الفاعل ہے۔ ہانکنے والا۔ ﴿مَعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴾ (50/قٓ:21) ''اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا۔''

سَاقٌ ج سُوْقٌ۔ پنڈلی۔ درخت کا تنہ۔ ﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴾ (75/القیامۃ:29) ''اور لپٹی پنڈلی پنڈلی سے۔'' ﴿فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ﴾ (48/الفتح:29) ''پھر وہ سیدھی ہوئی اپنے تنوں پر۔''

سُوْقٌ ج: اَسْوَاقٌ۔ بازار۔ ﴿اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ﴾ (25/الفرقان:20) ''بیشک وہ لوگ کھانا کھاتے ہیں اور چلتے ہیں بازاروں میں۔''

ن ک د

(س) نَكَدًا کنویں کا پانی کم ہونا۔ گزران کا تنگ ہونا۔

نَكِدٌ صفت ہے۔ سخت مزاج۔ بے فیض۔ زیر مطالعہ آیت۔58۔

ترکیب

(آیت۔53) تَاْوِيْلَهٗ کی ضمیر مفعولی بِكِتٰبٍ کے لیے ہے اور نَسُوْهُ کی ضمیر مفعولی بھی کتاب کے لیے ہے۔ فَيَشْفَعُوْا اور فَنَعْمَلَ کے فاسبیہ ہیں۔ (آیت۔54) يُغْشِي کا فاعل اس میں هُوَ کی ضمیر ہے۔ جو اَللّٰهُ کے لیے ہے۔ يَطْلُبُهٗ میں ضمیر فاعلی اَلَّيْلَ کے لیے اور ضمیر مفعولی اَلنَّهَارَ کے لیے ہے۔ حَثِيْثًا حال ہے۔ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ، یہ سب خَلَقَ کے مفعول ہیں۔ مُسَخَّرٰتٍ حال ہے۔ (آیت۔56) بَعْدَ اِصْلَاحِهَا میں اِصْلَاحٌ مصدر ہے۔ جو معروف اور مجہول دونوں معنی دیتا ہے۔ ترجمہ میں ہم مجہولی معنی کو ترجیح دیں گے۔ (دیکھیں آیت۔3/آل عمران:154، نوٹ۔1) رَحْمَتَ اللّٰهِ کی خبر قَرِيْبَةٌ کے بجائے قَرِيْبٌ آئی ہے کیونکہ فَعِيْلٌ کا وزن اگر بمعنی مفعول ہو تو پھر مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے تائے تانیث کے بغیر ہی استعمال ہوتا ہے۔ (دیکھیں آسان عربی گرامر، حصہ سوم، پیراگراف۔60:9)۔ (آیت۔57) اَقَلَّتْ کا فاعل اس میں هِيَ کی ضمیر ہے جو اَلرِّيْحَ کے لیے ہے۔ پہلے بِهٖ کی ضمیر سَحَابًا کے لیے ہے جبکہ دوسرے بِهٖ کی ضمیر اَلْمَآءَ کے لیے ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ	بِكِتٰبٍ	فَصَّلْنٰهُ	عَلٰى عِلْمٍ	هُدًى	وَّ رَحْمَةً
اور ہم لائیں ہیں ان کے پاس	ایک ایسی کتاب	ہم نے کھول کھول کر بیان کیا ہے جس کو	علم (کی بنیاد) پر	ہدایت دیتے ہوئے	اور رحمت ہوتے ہوئے

لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾	هَلْ يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	تَاْوِيْلَهٗ ؕ	يَوْمَ	يَاْتِيْ	تَاْوِيْلُهٗ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ
ایسے لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں	وہ لوگ کیا انتظار کرتے ہیں	سوائے	اس کے انجام کار کے	جس دن	آئے گا	اس کا انجام	تو کہیں گے	وہ لوگ جو

نَسُوْهُ	مِنْ قَبْلُ	قَدْ جَآءَتْ	رُسُلُ رَبِّنَا	بِالْحَقِّ ۚ	فَهَلْ	لَّنَا	مِنْ شُفَعَآءَ
بھولے اس کو	اس سے پہلے	لائے تھے	ہمارے رب کے رسول	حق کو	تو کیا	ہمارے لیے	کوئی بھی شفاعت کرنے والا ہے

فَيَشْفَعُوْا	لَنَآ	اَوْ	نُرَدُّ	فَنَعْمَلَ	غَيْرَ الَّذِيْ	كُنَّا نَعْمَلُ ؕ	قَدْ خَسِرُوْٓا 881
تاکہ وہ شفاعت کریں	ہماری	یا	ہم لوٹائے جائیں	نتیجتاً ہم عمل کریں	اس کے علاوہ جو	ہم کیا کرتے تھے	انہوں نے گھاٹے میں ڈالا ہے

اَنْفُسَهُمْ	وَضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۵۳ ع	اِنَّ	رَبَّكُمُ	اللّٰهُ الَّذِيْ	خَلَقَ
اپنے آپ کو	اور گم ہوا	ان سے	وہ جو	وہ لوگ گھڑتے تھے	بیشک	تم لوگوں کا رب	وہ اللہ ہے جس نے	پیدا کیا

السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى الْعَرْشِ قف	يُغْشِي	الَّيْلَ	النَّهَارَ	يَطْلُبُهٗ
آسمانوں کو	اور زمین کو	چھ دنوں میں	پھر	وہ متمکن ہوا	عرش پر	وہ ڈھانپتا ہے	رات کو	دن سے	وہ پیچھے لگتی ہے اسکے

حَثِيْثًا ۙ	وَّالشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	وَالنُّجُوْمَ	مُسَخَّرٰتٍۢ	بِاَمْرِهٖ ؕ	اَلَا	لَهُ	الْخَلْقُ
تیز رفتاری سے	اور (پیدا کیا) سورج کو	اور چاند کو	اور ستاروں کو	مطیع کیے ہوئے	اپنے حکم سے	خبردار!	اس کے لیے ہی ہے	پیدا کرنا

وَالْاَمْرُ ؕ	تَبٰرَكَ	اللّٰهُ	رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۵۴	اُدْعُوْا	رَبَّكُمْ	تَضَرُّعًا	وَّخُفْيَةً ؕ	اِنَّهٗ
اور حکم دینا	بابرکت ہوا	اللہ	جو تمام جہانوں کا پرورش کرنیوالا ہے	تم لوگ پکارو	اپنے رب کو	گڑگڑاتے ہوئے	اور چپکے چپکے	بیشک وہ

لَا يُحِبُّ	الْمُعْتَدِيْنَ ۵۵ ج	وَلَا تُفْسِدُوْا	فِي الْاَرْضِ	بَعْدَ اِصْلَاحِهَا	وَادْعُوْهُ	خَوْفًا
پسند نہیں کرتا	حد سے بڑھنے والوں کو	اور تم لوگ فساد مت پھیلاؤ	زمین میں	اس کی اصلاح کیے جانے کے بعد	اور پکارو اس کو	ڈرتے ہوئے

وَّطَمَعًا ؕ	اِنَّ	رَحْمَتَ اللّٰهِ	قَرِيْبٌ	مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۵۶	وَهُوَ الَّذِيْ	يُرْسِلُ	الرِّيٰحَ
اور آرزو کرتے ہوئے	بیشک	اللہ کی رحمت	قریب ہے	بھلائی کرنے والوں سے	اور وہ، وہ ہے جو	بھیجتا ہے	ہواؤں کو

بُشْرًاۢ	بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ	حَتّٰٓى	اِذَآ	اَقَلَّتْ	سَحَابًا ثِقَالًا	سُقْنٰهُ	لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ
خوشخبری ہوتے ہوئے	اپنی رحمت کے آگے	یہاں تک کہ	جب	وہ بلند کرتی ہیں	بھاری بادل کو	تو ہم ہانکتے ہیں اس کو	کسی مردہ بستی کی طرف

فَاَنْزَلْنَا	بِهِ	الْمَآءَ	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖ	مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ	كَذٰلِكَ	نُخْرِجُ	الْمَوْتٰى
پھر ہم اتارتے ہیں	اس سے	پانی کو	پھر ہم نکالتے ہیں	اس سے	تمام پھلوں میں سے	اسی طرح سے	ہم نکالیں گے	مردوں کو

لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ ۵۷	وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ	يَخْرُجُ	نَبَاتُهٗ	بِاِذْنِ رَبِّهٖ ج	وَالَّذِيْ	خَبُثَ
شاید کہ	تم لوگ نصیحت حاصل کرو	اور پاکیزہ بستی،	نکلتا ہے	اس کا سبزہ	اس کے رب کی اجازت سے	اور وہ (بستی) جو	نکمی ہوئی

لَا يَخْرُجُ	اِلَّا	نَكِدًا ؕ	كَذٰلِكَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّشْكُرُوْنَ ۵۸ ع
نہیں نکلتا (اس کا سبزہ)	مگر	بے فیض ہوتے ہوئے	اس طرح	ہم بار بار، بیان کرتے ہیں	نشانیوں کو	ایسے لوگوں کے لیے	جو شکر کرتے ہیں

نوٹ: 1

آج کل مساجد میں اماموں کا معمول ہوگیا ہے کہ عربی کے کچھ دعائیہ کلمات انہیں یاد ہوتے ہیں اور ختم نماز پر وہ انہیں پڑھ دیتے ہیں اور لوگ آمین کہہ دیتے ہیں۔ اکثر کو ان کلمات کا مطلب معلوم نہیں ہوتا۔ اس سارے تماشہ کا حاصل چند کلمات کا پڑھنا ہوتا ہے۔ دعا مانگنے کی جو حقیقت ہے وہ یہاں پائی ہی نہیں جاتی۔ دعا پڑھی نہیں جاتی بلکہ مانگی جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی کو کلمات

881

کے معنی معلوم ہوں اور وہ سمجھ کر کہہ رہا ہو،لیکن اس کے لب ولہجہ میں تضرع یعنی عاجزی اور انکساری نہ ہو تو یہ دعا مانگنا نہیں ہے بلکہ مطالبہ پیش کرنا ہے،جس کا کسی بندے کو کوئی حق نہیں ہے۔ دعا کی روح تضرع ہے اور خفیہ یا آہستہ آواز سے مانگنا افضل اور قرینِ قبولیت ہے۔ کیونکہ بلند آواز سے دعا مانگنے میں تواضع اور انکساری کا باقی رہنا مشکل ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ:2 آیات۔57۔58 میں بارش اور اس کی برکتوں کے ذکر سے حیات بعد الممات کا اثبات بھی مقصود ہے اور تمثیل کے پیرائے میں رسالت اور اس کی برکتوں کے ذریعہ سے نیک و بد لوگوں میں امتیاز نمایاں ہونے کا نقشہ دکھانا بھی پیش نظر ہے۔ رسول کی آمد اور خدائی تعلیم وہدایت کے نزول کو بارانی ہواؤں کے چلنے اور ابر رحمت چھا جانے اور بارش کے برسنے سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ پھر بارش کے ذریعہ سے مردہ زمین کے جی اٹھنے اور اس کے اندر سے زندگی کے خزانے ابل پڑنے کو اس حالت کے لیے بطور مثال پیش کیا گیا ہے جو نبی کی تعلیم وتربیت سے مردہ انسانیت کے جاگ اٹھنے اور اس کے سینے سے بھلائیوں کے خزانے ابل پڑنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور بارش کی برکتیں صرف زرخیز زمین حاصل کرتی ہے۔ اسی طرح رسالت کی برکتیں صرف صالح لوگ حاصل کرتے ہیں (تفہیم القرآن)

فی زمانہ مذکورہ تمثیل کا اطلاق مسلمانوں کی اکثریت پر ہوتا ہے،جس میں جہلا کے ساتھ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہیں، کیونکہ قرآن اور حدیث کی تعلیم سے یہ لوگ نابلد ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس لاعلمی کی حالت میں ان لوگوں میں نیک و بد کی تمیز کس بنیاد پر ہوگی اور ان لوگوں کو جب قرآن و حدیث کی کوئی بات بتائی یاتی ہے تو ان میں سے کون لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور کون لوگ گمراہی میں اڑے رہتے ہیں۔ اس بات کو سمجھ لیں۔

اصول یہ ہے کہ پہلے انسان کو کچھ سکھاتے پڑھاتے ہیں پھر اس کا امتحان لیتے ہیں۔ اسی لیے انسان کی فطرت میں بہت کچھ ڈال کر اسے دنیا کی امتحان گاہ میں بھیجا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک نیکی اور بدی کا شعور بھی ہے۔ (91/8)۔ جو لوگ اپنی فطرت کی پکار پر کان دھرتے ہیں اور زندگی میں برائیوں سے اجتناب کی روش اختیر کرتے ہیں، ان کی فطری پاکیزگی زندہ رہتی ہے۔ ایسے لوگوں کے سامنے جب اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی ہدایات آتی ہیں تو یہ لوگ اسے اپنے اندر اس طرح جذب کرتے ہیں جیسے زرخیز زمین بارش کے پانی کو۔ پھر حتی المقدور ان پر عمل کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کی زندگی میں بھی اور معاشرے میں بھی بہار آتی ہے اور پھول مہکتے ہیں۔

فطری پاکیزگی کو زندہ رکھنے میں اس بات کو ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے کہ انسان اپنے دل میں کسی قسم کے جذبات، امنگوں اور خواہشات کی پرورش کرتا ہے اور اس کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ اپنے لیے کس قسم کی صحبت کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ صحبت خواہ افراد کی ہو کتب کی ہو یا مشترکہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسانی ذہن کبھی ساکت نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہت اہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم کسی برائی کے متعلق نہ سوچیں۔ اگر ہوائی قلعے بنانے ہیں اور خیالی پلاؤ پکانا ہے تو ان کو اپنے تصور میں نیکیاں اور بھلائیاں کرنے کا ذریعہ بنالیں۔ اس طرح آپ کی امنگیں ان شاء اللہ راہ راست پر آجائیں گی اور سب سے بہتر یہ ہے کہ آپ دل ہی دل میں کوئی ذکر، ورد کرتے رہیں یا درود شریف پڑھتے رہیں۔

آیت نمبر (59 تا 64)

ترکیب

(آیت۔59) مَا نافیہ کا اسم غَيْرُهٗ ہے۔ اسی لیے غَيْرُ پر رفع آئی ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے اور لَكُمْ قائم مقام خبر ہے۔ (آیت۔61) لَيْسَ کا اسم ضَلٰلَةٌ ہے جو مؤنث غیر حقیقی ہے۔ اس لیے لَيْسَتْ کے بجائے لَيْسَ بھی جائز ہی اور اس کی خبر محذوف ہے۔ (آیت۔62) اُبَلِّغُ کا مفعول اول كُمْ ہے اور رِسٰلٰتِ مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى قَوْمِهٖ	فَقَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ
بیشک ہم بھیج چکے ہیں	نوحؑ کو	ان کی قوم کی طرف	تو انہوں نے کہا	اے میری قوم	تم لوگ بندگی کرو	اللہ کی	نہیں ہے	تمہارے لیے

مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ؕ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ	عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥٩﴾	قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ قَوْمِهٖٓ
کوئی بھی اِلٰہ	اس کے علاوہ	بیشک میں	ڈرتا ہوں	تم لوگوں پر	ایک عظیم دن کے عذاب سے	کہا	سرداروں نے	انؑ کی قوم میں سے

اِنَّا	لَنَرٰىكَ	فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾	قَالَ	يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِيْ	ضَلٰلَةٌ	وَّلٰكِنِّيْ
بیشک ہم	ضرور دیکھتے ہیں آپؑ کو	ایک کھلی گمراہی میں	انہوںؑ نے کہا	اے میری قوم	نہیں ہے	مجھ میں	کوئی گمراہی	اور لیکن میں تو

رَسُوْلٌ	مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾	اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ رَبِّيْ	وَاَنْصَحُ	لَكُمْ	وَاَعْلَمُ
ایک رسول ہوں	تمام جہانوں کے رب (کی طرف) سے	میں پہنچاتا ہوں تم لوگوں کو	اپنے رب کے پیغامات	اور خیرخواہی کرتا ہوں	تمہاری	اور میں جانتا ہوں

مِنَ اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾	اَوَ	عَجِبْتُمْ	اَنْ	جَآءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِّنْ رَّبِّكُمْ
اللہ (کی طرف) سے	اسکو جو	تم لوگ نہیں جانتے	اور کیا	تمہیں عجیب لگا	کہ	آئی تمہارے پاس	ایک یاددہانی	تمہارے رب (کی طرف) سے

عَلٰى رَجُلٍ	مِّنْكُمْ	لِيُنْذِرَكُمْ	وَلِتَتَّقُوْا	وَلَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾	فَكَذَّبُوْهُ
ایک شخص پر	تم میں سے	تاکہ وہ وارننگ دے تم کو	اور تاکہ تم لوگ تقویٰ کرو	اور شاید کہ	تم پر رحم کیا جائے	تو انہوں نے جھٹلایا انؑ کو

فَاَنْجَيْنٰهُ	وَالَّذِيْنَ	مَعَهٗ	فِي الْفُلْكِ	وَاَغْرَقْنَا	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
پھر ہم نے نجات دی انؑ کو	اور انہیں جو	انؑ کے ساتھ تھے	کشتی میں	اور ہم نے غرق کیا	ان کو جنہوں نے	جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا ؕ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ ع
ہماری نشانیوں کو	بے شک وہ	تھے	ایک اندھی قوم

نوٹ: 1

مادہ ''ع م ی'' کی لغت آیت نمبر۔2/ البقرۃ:18 میں دی ہوئی ہے، وہاں لفظ عَمِيْنَ رہ گیا تھا۔ یہ دراصل فَعِلٌ کے وزن پر صفت ہے جو قاعدے کے مطابق عَمِيٌ کے بجائے عَمٍ استعمال ہوتی ہے۔ اس کی جمع سالم قاعدے کے مطابق عَمِيُوْنَ کے بجائے عَمُوْنَ اور حالت نصب و جر میں عَمِيِيْنَ کے بجائے عَمِيْنَ استعمال ہوتی ہے۔

نوٹ:2

گزشتہ آیات 57۔58 میں نبوت و رسالت کے متعلق جو اصولی بات تمثیل کے پیرائے میں بیان کی گئی تھی، اس کو اب 881 مسلسل کئی رکوعوں میں تاریخی شواہد پیش کر کے واضح کیا گیا ہے۔ یہ تمام قومیں وہ تھیں جن کو اللہ نے عروج اور اقتدار عطا کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور اللہ کی زمین میں عدل وقسط کو درہم برہم کیا۔ جس کے نتیجے میں وہ ہلاک کی گئیں۔

''ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ نافرمان لوگوں کو ڈھیل دیتے رہتے ہیں۔ عذاب اس وقت بھیجتے ہیں جب وہ اپنی کثرت، قوت اور دولت میں انتہا کو پہنچ جائیں اور اس میں بدمست ہو جائیں۔'' (منقول از معارف القرآن بحوالہ ابن کثیر)۔

نوٹ:3

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ عذاب اور ابتلا میں فرق ہوتا ہے۔ ایک تو یہ شکل ہوتی ہے کہ کسی قوم پر کوئی آفت جیسے زلسلہ، طوفان وغیرہ، اللہ تعالیٰ اس لیے بھیجتا ہے کہ وہ لوگ غفلت سے بیدار ہوں۔ اس قسم کی ابتلا میں اچھے بُرے سب آفت کی لپیٹ میں آتے ہیں۔ دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم پر ایک فیصلہ کن عذاب بھیجتا ہے۔ اس صورت میں عذاب کی زد سے وہ لوگ بچا لیے جاتے ہیں جو اصلاح کرنے والے یا ان کے پیرو ہوتے ہیں۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (65تا72)

ء ل ی

(س) اَلْيًا دنبہ کی چکی کا بڑھ جانا یعنی استحقاق اور توقع کے بغیر کوئی فائدہ پہنچنا۔

اَلْیٌ (ج) اٰلَآءٌ مہربانی۔ نعمت۔ زیر مطالعہ آیت۔ 69

و ح د

(ض) وَحْدًا تنہا ہونا۔ اکیلا ہونا۔ زیر مطالعہ آیت۔70۔

وَاحِدٌ فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ تنہا۔ اکیلا۔ ﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ ﴾ (2/البقرۃ:163)''اور تم لوگوں کا اِلٰہ اکیلا الٰہ ہے۔''

وَحِيْدٌ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ تنہا۔ اکیلا۔ ﴿ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴾ (74/المدثر:11) ''آپ چھوڑ دیں مجھ کو اور اس کو جسے میں نے پیدا کیا اکیلا۔''

ترکیب

گزشتہ آیت نمبر۔59 میں لَقَدْ اَرْسَلْنَا کا مفعول ہونے کی وجہ سے هُوْدًا حالت نصب میں ہے۔ (آیت۔69) فِي الْخَلْقِ میں اَلْخَلْقُ مصدر ہے جو معروف ومجہول دونوں معنی دیتا ہے۔ یہاں ہم مجہولی معنی کو ترجیح دیں گے۔ بَصْطَةً تمیز ہے۔ (آیت۔70) وَحْدَهٗ حال ہے۔ رِجْسٌ اور غَضَبٌ، وَقَعَ کے فاعل ہیں۔

ترجمہ

وَاِلٰى عَادٍ	اَخَاهُمْ	هُوْدًا	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ
اور (بیشک ہم بھیج چکے ہیں) قوم عاد کی طرف	ان کے بھائی	ہودؑ کو	انہوں نے کہا	اے میری قوم	تم لوگ بندگی کرو	اللہ کی	نہیں ہے	تمہارے لیے	کوئی بھی معبود

غَيْرُهٗ ؕ	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾	قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ قَوْمِهٖۤ	اِنَّا	881 لَنَرٰىكَ
اس کے علاوہ	توکیا تم لوگ تقویٰ نہیں کرتے	کہا	سرداروں نے	جنہوں نے	انکار کیا	انؑ کی قوم میں سے	بیشک ہم	ضرور دیکھتے ہیں آپؑ کو

فِيْ سَفَاهَةٍ	وَّ اِنَّا	لَنَظُنُّكَ	مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾	قَالَ	يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِيْ	سَفَاهَةٌ
بے عقلی میں	اور بیشک ہم	ضرور سمجھتے ہیں آپؑ کو	جھوٹوں میں سے	انہوںؑ نے کہا	اے میری قوم	نہیں ہے	مجھ میں	کوئی بے عقلی

وَّلٰكِنِّيْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾	اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ رَبِّيْ	وَاَنَا	لَكُمْ
اور لیکن میں تو	ایک رسول ہوں	تمام جہانوں کے رب (کی طرف) سے	میں پہنچاتا ہوں تم لوگوں کو	اپنے رب کے پیغامات	اور میں	تمہارے لیے

نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾	اَوَ	عَجِبْتُمْ	اَنْ	جَآءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِّنْ رَّبِّكُمْ	عَلٰى رَجُلٍ	مِّنْكُمْ
ایک دیانتدار خیر خواہ ہوں	اور کیا	تمہیں عجیب لگا	کہ	آئی تمہارے پاس	ایک یاددہانی	تمہارے رب (کی طرف) سے	ایک شخص پر	تم میں سے

لِيُنْذِرَكُمْ ؕ	وَاذْكُرُوْۤا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ	وَّ زَادَكُمْ	فِي الْخَلْقِ
تاکہ وہ وارننگ دے تم کو	اور یاد کرو	جب	اس نے بنایا تمہیں	خلیفہ	نوحؑ کی قوم کے بعد	اور زیادہ کیا تمہیں	مخلوق میں

بَصْۜطَةً ۚ	فَاذْكُرُوْۤا	اٰلَآءَ اللّٰهِ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾	قَالُوْۤا	اَجِئْتَنَا
بلحاظ کشادگی کے	پس یاد کرو	اللہ کی مہربانیوں کو	شائد تم لوگ	فلاح پاؤ	ان لوگوں نے کہا	کیا آپؑ آئے ہمارے پاس

لِنَعْبُدَ	اللّٰهَ	وَحْدَهٗ	وَنَذَرَ	مَا كَانَ	يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا ۚ
(اس لیے) کہ ہم بندگی کریں	اللہ کی	اس کے اکیلے ہوتے ہوئے	اور (اس لیے) کہ ہم چھوڑ دیں	اس کو جس کی	بندگی کرتے تھے	ہمارے آباواجداد

فَاْتِنَا	بِمَا	تَعِدُنَاۤ	اِنْ كُنْتَ	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾	قَالَ	قَدْ وَقَعَ	عَلَيْكُمْ
پس تو لے آ	اس کو جس کا	تو وعدہ کرتا ہے ہم سے	اگر تو ہے	سچوں میں سے	انہوںؑ نے کہا	پڑ گئی ہے	تم لوگوں پر

مِّنْ رَّبِّكُمْ	رِجْسٌ	وَّ غَضَبٌ ؕ	اَ	تُجَادِلُوْنَنِيْ	فِيْۤ اَسْمَآءٍ	سَمَّيْتُمُوْهَاۤ
تمہارے رب (کی طرف) سے	ایک نحوست	اور غضب	کیا	تم لوگ بحث کرتے ہو مجھ سے	کچھ ناموں میں	تم نے نام دھرے جن کے

اَنْتُمْ	وَ اٰبَآؤُكُمْ	مَّا نَزَّلَ	اللّٰهُ	بِهَا	مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ	فَانْتَظِرُوْۤا	اِنِّيْ	مَعَكُمْ
تم لوگوں نے	اور تمہارے آباواجداد نے	نہیں اتاری	اللہ نے	جس کی	کوئی بھی سند	پس تم لوگ راہ دیکھو	بیشک میں (بھی)	تمہارے ساتھ

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾	فَاَنْجَيْنٰهُ	وَالَّذِيْنَ	مَعَهٗ	بِرَحْمَةٍ	مِّنَّا	وَ قَطَعْنَا
راہ دیکھنے والوں میں سے ہوں	پھر ہم نے نجات دی انؑ کو	اور ان لوگوں کو جو	ان کے ساتھ تھے	رحمت سے	اپنی طرف سے	اور ہم نے کاٹ دی

دَابِرَ الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَمَا كَانُوْا	مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾ ع
ان لوگوں کی جڑ جنہوں نے	جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	اور وہ لوگ نہیں تھے	ایمان لانے والے

نوٹ:1

حضرت نوحؑ کی تیسری نسل میں سے ایک شخص کا نام اِرَم تھا۔اس کے ایک بیٹے کی اولاد میں عاد ہےاوردوسرے بیٹے کی اولاد میں ثمود ہے۔ اس طرح قوم عاداورقوم ثمود، اِرَم کی دوشاخیں ہیں ایک کو عاد اولیٰ اور دوسری کوثمود یا عادثانیہ کہتے ہیں۔جبکہ اِرَم کا لفظ عاداورثمود دونوں کے لیےمشترک ہے۔

عمان سے لے کرحضرت موت اوریمن تک قومِ عادت کی بستیاں تھیں۔اللہ نے دنیا کی ساری نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیے تھے۔ان کی زمینیں بڑی سرسبز وشاداب تھیں۔رہنے کے لیے بڑے بڑے اورشاندارمحلات بناتے تھے۔بڑے قدآورقوی الجثہ لوگ تھے۔یہاں سے یہ ساری سرزمین میں دوردورتک پھیل گئے اوراپنی قوت کے مظاہرہ میں لوگوں پرظلم وزیادتی کرنے لگے''فخراورغرورمیں مبتلا ہوگئے اوردعویٰ کرنے لگے کہ ہم سے بڑھ کرقوی کون ہےاوربھول گئے کہ جس اللہ نے انہیں پیدا کیا وہ ان سے زیادہ قوی ہے۔(41/ حٰمٓ السجدہ:15)''پھراللہ کوبھول کربت پرستی میں مبتلا ہوگئے۔

حضرت ہودؑ نے ان کوتوحیداختیارکرنے اورعدل وانصاف قائم کرنے کی تلقین کی لیکن یہ لوگ دولت وطاقت کے نشہ میں بدمست تھے۔انہوں نے بات نہ مانی توان پر پہلا عذاب یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بندہوگئی۔زمینیں خشک ہوگئیں۔کھیتیاں اور باغات جل گئے۔یہ لوگ پھربھی بازنہ آئے۔توان پرشدید قسم کی آنکھی کا عذاب مسلط ہوا۔جس کی ہوامیں ہیبت ناک آوازتھی۔باغات اورمحلات زمین بوس ہوگئے۔آدمی ہوامیں اڑتے اورپھرسر کے بل آگرتے تھے۔اس طرح قوم عادہلاک کردی گئی۔

جب قوم عاد پرعذاب آیا توحضرت ہودؑاوران کے رفقاء نے ایک کھیت میں پناہ لی۔یہ عجیب بات تھی کہ س طوفانی ہوا سے بڑے بڑے محلات تو منہدم ہورہے تھے مگراس کھیت میں ہوا معتدل ہوکرداخل ہوتی تھی۔ اس لیے وہ لوگ وہاں مطمئن بیٹھے رہے اوران کوکسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔قوم کے ہلاک ہوجانے کے بعدمکہ معظّمہ منتقل ہوگئے اورپھریہیں وفات پائی۔(ابن کثیراورمعارف القرآن سے ماخوذ)

السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاۃ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اورآخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔جس جس نے بھی اس کارخیر میں مال،جان اورصلاحیتوں کولگایااللہ قبول ومنظورفرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آبادمیں اس کےفوٹوکاپی بھی دستیاب ہیں اورمحترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب
کےاس کتاب میں اضافہ جات کےساتھ مطالعہ قرآن حکیم کےنام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے:www.khuddam-ul-quran.cominfo@khuddam-ul-quran.com,
0412437781,0412437618,03217805614
قرآن اکیڈمی سعیدکالونی نمبر2 کینال روڈفیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

[illegible]

آیت نمبر (73 تا 79)

ن و ق

(ن) نَوْقًا: چیز کو ترتیب سے جمانا۔ کام کو اچھی طرح کرنا۔

نَاقَةٌ: اسم ذات ہے۔ اونٹنی۔ زیر مطالعہ۔ آیت۔ 73

س ھ ل

(ک) سُھُوْلَةً: نرم ہونا۔ آسان ہونا۔

سَھْلٌ: (ج) سُھُوْلٌ۔ نرم اور ہموار زمین۔ زیر مطالعہ آیت۔ 74۔

ن ح ت

(ض) نَحْتًا: لکڑی پتھر وغیرہ کو چھیل کر ہموار کرنا۔ سنگ تراشی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 74

ع ت و

(ن) عُتُوًّا اور عِتِیًّا: حد سے گزرنا۔ سرکشی کرنا۔ نافرمانی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 77

عَاتِیَةٌ: اسم الفاعل کے معنی میں صفت ہے۔ حد سے گزرنے والی یعنی حد سے زیادہ ﴿ فَاُھۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَةٍ ۙ﴾ (69/ الحاقۃ: 6) ”تو وہ لوگ ہلاک کیے گئے ایک حد سے زیادہ تیز ہوا سے۔“

ر ج ف

(ن) رَجْفًا: کسی کا شدت سے مضطرب ہونا۔ (۱) لرزنا۔ کانپنا۔ (۲) زلزلہ آنا۔ ﴿ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ ﴾ (73/ المزمل: 14) ”جس دن کانپے گی زمین اور پہاڑ۔“

رَجْفَةٌ: زلزلہ۔ زیر مطالعہ۔ آیت۔ 78۔

رَاجِفَةٌ: کانپنے والی (یہ قیامت کے پہلے صور کے لیے استعارہ ہے) ﴿ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴾ (79/ النّٰزِعٰت: 6) ”جس دن کانپے گی کانپنے والی۔“

(افعال) اِرْجَافًا: افواہ پھیلا کر لوگوں میں اضطراب پیدا کرنا۔

مُرْجِفٌ: اسم الفاعل ہے۔ افواہ پھیلانے والا ﴿ لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِہِمۡ ﴾ (33/ الاحزاب: 60) ”البتہ اگر باز نہ آئے منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور افواہ پھیلانے والے مدینہ میں، تو ہم لازماً حاوی کر دیں گے آپ کو ان لوگوں پر۔“

ج ث م

(ن) جَثْمًا: سینے کو زمین سے لگانا۔ منہ کے بل لیٹنا۔

جَاثِمٌ: اسم الفاعل ہے۔ اوندھے منہ لیٹنے والا۔ اوندھے منہ گرنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 78۔

ترکیب

(آیت۔73) اٰيَةً حال ہے۔ فَذَرُوْهَا فعل امر ہے۔ اس کا جواب امر ہونے کی وجہ سے تَاْكُلْ مجزوم ہے۔ فَيَاْخُذَكُمْ کا فاسبیہ ہے۔ (آیت۔74) تَنْحِتُوْنَ کا مفعول اَلْجِبَالَ ہے جبکہ بُيُوْتًا تمیز ہے۔ (آیت۔75) لِمَنْ بدل ہے لِلَّذِيْنَ کا۔ اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے صَالِحًا حالت نصب میں ہے جبکہ مُرْسَلٌ اس کی خبر ہے۔ اَلنَّاقَةَ پر لام تعریف ہے۔

ترجمہ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ	اَخَاهُمْ	صٰلِحًا	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ
(بیشک ہم بھیج چکے ہیں قومِ) ثمود کی طرف	انکے بھائی	صالحؑ کو	انہوں نے کہا	اے میری قوم	تم لوگ بندگی کرو	اللہ کی	نہیں ہے	تمہارے لیے

مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	قَدْ جَآءَتْكُمْ	بَيِّنَةٌ	مِّنْ رَّبِّكُمْ	هٰذِهٖ	نَاقَةُ اللّٰهِ	لَكُمْ
کوئی بھی الٰہ	اس کے علاوہ	آچکی ہے تمہارے پاس	ایک واضح (نشانی)	تمہارے رب (کی طرف) سے	یہ	اللہ کی اونٹنی ہے	تمہارے لیے

اٰيَةً	فَذَرُوْهَا	تَاْكُلْ	فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ	وَلَا تَمَسُّوْهَا	بِسُوْٓءٍ	فَيَاْخُذَكُمْ
ایک نشانی ہوتے ہوئے	پس تم لوگ چھوڑو اس کو	(تاکہ) وہ کھائے	اللہ کی زمین میں	اور تم لوگ مت چھونا اس کو	کسی برائی سے	ورنہ پکڑے گا تم لوگوں کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝73	وَاذْكُرُوْٓا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ	وَّبَوَّاَكُمْ	فِي الْاَرْضِ
ایک دردناک عذاب	اور یاد کرو	جب	اس نے بنایا تم کو	خلیفہ	(قوم) عاد کے بعد	اور اس نے ٹھکانہ دیا تم کو	زمین میں

تَتَّخِذُوْنَ	مِنْ سُهُوْلِهَا	قُصُوْرًا	وَّتَنْحِتُوْنَ	الْجِبَالَ	بُيُوْتًا	فَاذْكُرُوْٓا	اٰلَآءَ اللّٰهِ
تم لوگ بناتے ہو	اس کی نرم ہموار جگہ سے	محلات	اور تم لوگ تراشتے ہو	پہاڑوں کو	بطور گھر کے	پس یاد کرو	اللہ کی مہربانیوں کو

وَلَا تَعْثَوْا	فِي الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ۝74	قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ قَوْمِهٖ
اور دندناتے مت پھرو	زمین میں	فساد پھیلاتے ہوئے	کہا	سرداروں نے	جنہوں نے	گھمنڈ کیا	انؑ کی قوم میں سے

لِلَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	لِمَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ	اَ	تَعْلَمُوْنَ	اَنَّ	صٰلِحًا	مُّرْسَلٌ
ان لوگوں سے جن کو	کمزور سمجھا گیا	ان سے جو	ایمان لائے	ان میں سے	کیا	تم لوگ جانتے ہو	کہ	صالحؑ	بھیجے ہوئے ہیں

مِّنْ رَّبِّهٖ	قَالُوْٓا	اِنَّا	بِمَآ	اُرْسِلَ	بِهٖ	مُؤْمِنُوْنَ ۝75	قَالَ	الَّذِيْنَ
اپنے رب (کی طرف) سے	انہوں نے کہا	بیشک ہم	اس پر	وہ بھیجے گئے	جس کے ساتھ	ایمان لانے والے ہیں	کہا	انہوں نے جن لوگوں نے

اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا	بِالَّذِيْٓ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ۝76	فَعَقَرُوا	النَّاقَةَ	وَعَتَوْا
گھمنڈ کیا	بیشک ہم	اس کا	تم لوگ ایمان لائے	جس پر	انکار کرنے والے ہیں	پھر انہوں نے ٹانگیں کاٹیں	اس اونٹنی کی	اور انہوں نے نافرمانی کی

عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ	وَقَالُوْا	يٰصٰلِحُ	ائْتِنَا	بِمَا	تَعِدُنَآ	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝77
اپنے رب کے حکم کی	اور کہا	اے صالحؑ	تو لے آ	اس کو جس کا	تو وعدہ کرتا ہے ہم سے	اگر	تو ہے	بھیجے ہوؤں میں سے

فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ دَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾	فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَقَالَ
تو پکڑا ان کو	زلزلہ نے	نتیجتاً وہ ہو گئے	اپنے (اپنے) گھر میں	اوندھے منہ گرے ہوئے	پس انہوںؑ نے رخ پھیرا	ان سے	اور کہا

يٰقَوْمِ	لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ	رِسَالَةَ رَبِّيْ	وَنَصَحْتُ	لَكُمْ	وَلٰكِنْ	لَّا تُحِبُّوْنَ	النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾
اے میری قوم	میں پہنچا چکا ہوں تم کو	اپنے رب کا پیغام	اور میں نے خیر خواہی کی	تمہاری	اور لیکن	تم لوگ پسند نہیں کرتے	خیر خواہی کرنے والوں کو

نوٹ: 1

عرب کے قدیم ترین اقوام میں عاد کے بعد ثمود دوسری قوم ہے جو سب سے زیادہ مشہور معروف ہے۔ نزولِ قرآن سے پہلے اس کے قصے اہل عرب میں زبان زد عام تھے۔ اس قوم کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی حجر کے نام سے موسوم ہے۔ اب تک وہاں ہزاروں ایکڑ رقبے میں وہ عمارتیں موجود ہیں جن کو ثمود کے لوگوں نے پہاڑوں میں تراش کر بنایا تھا۔ نبی ﷺ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب ادھر سے گزرے تو آپؐ نے مسلمانوں کو آثارِ عبرت دکھائے۔ آپؐ نے ایک کنویں کی نشاندہی کر کے بتایا کہ اس سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ صرف اسی کنویں سے پانی لیں، جبکہ باقی کنوؤں سے پانی لینے سے منع کر دیا۔

سورۃ الشعراء آیات 154 تا 158 میں تصریح ہے کہ ثمود والوں نے خود ایک ایسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا جس سے وہ واضح ہو جائے کہ حضرت صالحؑ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس کے جواب میں انہوں نے اونٹنی کو پیش کیا تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اونٹنی کا ظہور معجزے کے طور پر ہوا تھا۔ مگر قرآن اس امر کی تصریح نہیں کرتا کہ یہ اونٹنی کس طرح وجود میں آئی۔ کسی حدیث میں بھی اس کے معجزے کے طور پر پیدا ہونے کی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ اس لیے ان روایات کو تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے جو مفسرین نے اس کی کیفیتِ پیدائش کے متعلق نقل کی ہیں۔ (تفہیم القران)

آیت نمبر (80 تا 84)

غ ب ر

(ن) غُبُوْرًا (۱) ٹھہر جانا۔ پیچھے رہ جانا۔ (۲) غبار آلود ہونا۔

غَابِرٌ اسم الفاعل ہے۔ پیچھے رہ جانے والا۔ زیر مطالعہ آیت ۔83

غَبَرَةٌ اسم ذات ہے۔ گرد۔ غبار۔ ﴿ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ ﴾ (80/ عبس:40) ''اور کچھ چہرے ہوں گے اس دن جن پر گرد ہوگی۔''

ترکیب

ترکیب میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔

ترجمہ

وَلُوْطًا	اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهٖ	اَ	تَاْتُوْنَ	الْفَاحِشَةَ	مَاسَبَقَكُمْ
اور (بیشک ہم بھیج چکے ہیں) لوطؑ کو	جب	انہوں نے کہا	اپنی قوم سے	کیا	تم لوگ کرتے ہو	یہ بے حیائی	نہیں سبقت کی تم پر

بِهَا	مِنۡ اَحَدٍ	مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۰﴾	اِنَّكُمۡ	لَتَاۡتُوۡنَ	الرِّجَالَ	شَهۡوَةً	مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ
جس میں	کسی ایک نے (بھی)	تمام جہانوں میں سے	بیشک تم لوگ	یقیناً آتے ہو	مردوں کے پاس	شہوت کرتے ہوئے	عورتوں کے علاوہ

بَلۡ	اَنۡتُمۡ	قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۸۱﴾	وَمَا كَانَ	جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ	اِلَّاۤ اَنۡ	قَالُوۡۤا	اَخۡرِجُوۡهُمۡ
بلکہ	تم لوگ	ایک حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو	اور نہیں تھا	انؑ کی قوم کا جواب	سوائے اس کے کہ	ان لوگوں نے کہا	نکالو ان کو

مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ	اِنَّهُمۡ	اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ ﴿۸۲﴾	فَاَنۡجَيۡنٰهُ	وَاَهۡلَهٗۤ	اِلَّا	امۡرَاَتَهٗ ۖ
اپنی بستی سے	یقیناً یہ سب	ایک بڑا پاک باز گروہ ہے	تو ہم نے نجات دی انؑ کو	اور ان کے گھر والوں کو	سوائے	ان کی عورت کے

كَانَتۡ	مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۸۳﴾	وَاَمۡطَرۡنَا	عَلَيۡهِمۡ	مَّطَرًا ؕ	فَانۡظُرۡ	كَيۡفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۸۴﴾ ع
وہ تھی	پیچھے رہ جانے والوں میں سے	اور ہم نے برسایا	ان پر	ایک برسنے والی چیز	تو دیکھو	کیسا	تھا	جرم کرنے والوں کا انجام

نوٹ:1 حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے ہیں۔ ان کا وطن بصرہ کے قریب ارض بابل کا علاقہ تھا۔ اس میں بت پرستی عام تھی۔ ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو نبوت و رسالت عطا کی۔ قوم نے مخالفت کی اور انؑ کے گھرانہ میں سے صرف بی بی سارہ اور حضرت لوطؑ ایمان لائے۔ ان دونوں کو ساتھ لے کر حضرت ابراہیمؑ نے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی اور کنعان کے علاقہ میں مقیم ہوئے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کو نبوت عطا فرما کر اردن اور بیت المقدس کے درمیان ایک مقام سدوم کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ یہ علاقہ پانچ بڑے شہروں پر مشتمل تھا اور سدوم کا شہر ان کا دارالحکومت تھا۔ شہروں کے اس مجموعہ کو قرآن کریم نے مؤتفکہ اور مؤتفکات کے الفاظ میں کئی جگہ بیان کیا ہے۔ یہ علاقہ سرسبز اور شاداب تھا۔ ہر طرح کے غلے اور پھلوں کی کثرت تھی۔ اللہ نے ان پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیے تھے۔ عام انسانی عادت کے تحت دولت و ثروت کے نشہ میں مبتلا ہو کر عیش و عشرت کے اس کنارے پر پہنچ گئے کہ خلاف فطرت فواحش کو بھی اختیار کر لیا۔ حضرت لوطؑ کی نصیحتوں کا انکار کیا اور انہیں اپنی بستی سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا تو ان پر عذاب نازل ہوا۔

زیر مطالعہ آیت نمبر۔84 میں مختصراً صرف اتنا ذکر کیا گیا ہے کہ ان پر ایک قسم کی بارش بھیجی گئی۔ البتہ سورہ ہود کی آیات۔82۔83 میں عذاب کی وضاحت کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان پر پتھروں کی بارش بھی ہوئی تھی اور نیچے سے اس سرزمین کے طبقہ کو اوندھا پلٹ دیا گیا تھا۔ سورۃ الحجر کی آیات۔72۔73 سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب آنے سے پہلے آسمان سے کوئی سخت آواز چنگھاڑ کی صورت میں آئی تھی۔ یہ پانچوں الٹی ہوئی بستیاں آج بھی موجود ہیں۔ جو اب بحر میت (Dead Sea) کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تہہ میں ان بستیوں کے کھنڈرات ہیں اور اس کے پانی میں کوئی بھی جاندار جیسے مچھلی، مینڈک وغیرہ زندہ نہیں رہ سکتے۔

آیت نمبر (85 تا 93)

م	د	ن

(ن)　**مُدُوۡنًا**　شہر میں اقامت اختیار کرنا۔

مَدِيۡنَةٌ　ج: مَدَائِنُ۔ شہر۔ قصبہ۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا لَمَكۡرٌ مَّكَرۡتُمُوۡهُ فِى الۡمَدِيۡنَةِ ﴾ (7/الاعراف:123) ”بیشک یہ یقیناً ایک چالبازی ہے، تم لوگوں نے جو چال چلی ہے شہر میں۔“ ﴿ فَاَرۡسَلَ فِرۡعَوۡنُ فِى الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِيۡنَ ﴿۵۳﴾ ۚ ﴾ (26/الشعراء:53) ”تو بھیجا فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والوں کو۔“

مَدْيَنُ — اسم علم ہے۔خاص نام۔زیر مطالعہ آیت۔85۔

897/3

ش ع ب

(ف)

شَعُبًا — (۱)جمع کرنا۔درست کرنا۔(۲)متفرق کرنا۔بگاڑنا۔

شَعْبٌ — ج:شُعُوْبٌ: بڑا قبیلہ۔قوم۔﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ﴾ (49/الحجرات:13)
''اور اس نے بنایا تم لوگوں کو قومیں اور قبیلے باہمی تعارف کے لیے۔''

شُعْبَةٌ — ج: شُعَبٌ، فِرقہ۔ درخت کی شاخ۔ ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ﴿۳۰﴾﴾ (77/المرسلٰت:30)''تم لوگ چلو ایک ایسے سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔''

شُعَيْبٌ — فُعَيْلٌ کے وزن پر اسم التصغیر ہے اور اسم علم ہے۔خاص نام۔

ترکیب

(آیت۔86)تُوْعِدُوْنَ، تَصُدُّوْنَ اور تَبْغُوْنَ، یہ تینوں لَا تَقْعُدُوْا کا حال ہیں۔(آیت۔89)اِنْ عُدْنَا شرط ہے اور قَدِ افْتَرَيْنَا جواب شرط مقدم ہے۔اس لیے ماضی کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔

ترجمہ

وَاِلٰى مَدْيَنَ	اَخَاهُمْ	شُعَيْبًا ؕ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ
اور (بیشک ہم بھیج چکے ہیں) مدین والوں کی طرف	ان کے بھائی	شعیبؑ کو	انہوں نے کہا	اے میری قوم	تم لوگ بندگی کرو	اللہ کی

مَا لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ؕ	قَدْ جَآءَتْكُمْ	بَيِّنَةٌ	مِّنْ رَّبِّكُمْ	فَاَوْفُوا
نہیں ہے تمہارے لیے	کوئی بھی الٰہ	اس کے علاوہ	آچکی ہے تمہارے پاس	ایک واضح (نشانی)	تمہارے رب (کی طرف) سے	پس تم لوگ پورا کرو

الْكَيْلَ	وَالْمِيْزَانَ	وَلَا تَبْخَسُوا	النَّاسَ	اَشْيَآءَهُمْ	وَلَا تُفْسِدُوْا	فِي الْاَرْضِ	بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ
ناپنے کو	اور ترازو کو	اور حق سے کم تم مت دو	لوگوں کو	ان کی چیزیں	فساد مت پھیلاؤ	زمین میں	اس کی اصلاح کیے جانے کے بعد

ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ ج	وَلَا تَقْعُدُوْا	بِكُلِّ صِرَاطٍ	تُوْعِدُوْنَ
یہ	بہتر ہے	تمہارے لیے	اگر	تم لوگ ہو	ایمان لانے والے	تم لوگ مت بیٹھو	ہر ایک راہ پر	دھمکی دیتے ہوئے

وَتَصُدُّوْنَ	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	مَنْ	اٰمَنَ	بِهٖ	وَتَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا ج	وَاذْكُرُوْٓا	اِذْ	كُنْتُمْ
اور روکتے ہوئے	اللہ کی راہ سے	اس کو جو	ایمان لایا	اس پر	اور تلاش کرتے ہوئے اس میں	کوئی کجی	اور یاد کرو	جب	تم لوگ تھے

قَلِيْلًا	فَكَثَّرَكُمْ ص	وَانْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾	وَاِنْ	كَانَ	طَآئِفَةٌ
تھوڑے سے	پھر اس نے کثرت دی تم کو	اور غور کرو	کیسا	تھا	فساد کرنے والوں کا انجام	اور اگر	ہے	ایک ایسا گروہ

مِّنْكُمْ	اٰمَنُوْا	بِالَّذِيْٓ	اُرْسِلْتُ	بِهٖ	وَطَآئِفَةٌ	لَّمْ يُؤْمِنُوْا	فَاصْبِرُوْا	حَتّٰى
تم میں سے	جو ایمان لایا	اس پر	میں بھیجا گیا	جس کے ساتھ	ایک ایسا گروہ	جو ایمان نہیں لایا	تو صبر کرو	یہاں تک کہ

يَحْكُمَ	اللّٰهُ	بَيْنَنَا ۚ	وَهُوَ	خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٧﴾	قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ قَوْمِهٖ
فیصلہ کرے	اللہ	ہمارے مابین	اور وہ	فیصلہ کرنے والوں کا بہترین ہے	کہا	سرداروں نے	جنہوں نے	گھمنڈ کیا	ان ؑ کی قوم میں سے

لَنُخْرِجَنَّكَ	يٰشُعَيْبُ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَكَ	مِنْ قَرْيَتِنَآ	اَوْ	لَتَعُوْدُنَّ
ہم لازماً نکال دیں گے آپ ؑ کو	اے شعیب ؑ	اور ان کو جو	ایمان لائے	آپ ؑ کے ساتھ	اپنی بستی سے	یا	تم لوگ لازماً واپس ہو گے

فِيْ مِلَّتِنَا ۭ	قَالَ	اَوَلَوْ	كُنَّا	كٰرِهِيْنَ ﴿٨٨﴾ ۣ	قَدِ افْتَرَيْنَا	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا
ہماری ملت میں	انہوں ؑ نے کہا	اور کیا اگر	ہم ہوں	کراہیت کرنے والے (واپسی سے)	ہم گھڑ چکے ہوں گے	اللہ پر	ایک جھوٹ

اِنْ	عُدْنَا	فِيْ مِلَّتِكُمْ	بَعْدَ اِذْ	نَجّٰىنَا	اللّٰهُ	مِنْهَا ۭ	وَمَا يَكُوْنُ	لَنَآ	اَنْ
اگر	ہم واپس ہوں گے	تمہاری ملت میں	اس کے بعد کہ جب	نجات دی ہم کو	اللہ نے	اس سے	اور نہیں ہو گا (ممکن)	ہمارے لیے	کہ

نَّعُوْدَ	فِيْهَآ	اِلَّآ اَنْ	يَّشَاۗءَ	اللّٰهُ	رَبُّنَا ۭ	وَسِعَ	رَبُّنَا	كُلَّ شَيْءٍ	عِلْمًا ۭ	عَلَى اللّٰهِ
ہم واپس ہوں	اس میں	سوائے اس کے کہ	چاہے	اللہ	جو ہمارا رب ہے	وسیع ہوا	ہمارا رب	ہر چیز پر	بلحاظ علم کے	اللہ ہی پر

تَوَكَّلْنَا ۭ	رَبَّنَا	افْتَحْ	بَيْنَنَا	وَبَيْنَ قَوْمِنَا	بِالْحَقِّ	وَاَنْتَ	خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿٨٩﴾
ہم نے بھروسہ کیا	اے ہمارے رب	تو فیصلہ کر دے	ہمارے درمیان	اور ہماری قوم کے درمیان	حق کے ساتھ	اور تو	سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

وَقَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ قَوْمِهٖ	لَىِٕنِ	اتَّبَعْتُمْ	شُعَيْبًا	اِنَّكُمْ	اِذًا
اور کہا	سرداروں نے	جنہوں نے	انکار کیا	ان کی قوم میں سے	بیشک اگر	تم لوگوں نے پیروی کی	شعیب ؑ کی	تو یقیناً تم لوگ	پھر تو

لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٩٠﴾	فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ دَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ ﴿٩١﴾ ښ	الَّذِيْنَ
ضرور ہی خسارہ پانے والے ہو گے	پھر پکڑا ان کو	زلزلے نے	تو وہ ہو گئے	اپنے (اپنے) گھر میں	اوندھے منہ گرے ہوئے	وہ لوگ جنہوں نے

كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَاَنْ	لَّمْ يَغْنَوْا	فِيْهَا ڔ	اَلَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَانُوْا	هُمُ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٢﴾
جھٹلایا	شعیب ؑ کو	تو گویا کہ	وہ رہتے ہی نہ تھے	اس میں	جنہوں نے	جھٹلایا	شعیب ؑ کو	تھے	وہ لوگ ہی	خسارہ پانے والے

فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَقَالَ	يٰقَوْمِ	لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ	رِسٰلٰتِ رَبِّيْ	وَنَصَحْتُ	لَكُمْ ۚ
تو انہوں نے رخ پھیرا	ان سے	اور کہا	اے میری قوم	میں پہنچا چکا تم کو	اپنے رب کے پیغامات	اور میں نے خیر خواہی کی	تمہاری

فَكَيْفَ	اٰسٰى	عَلٰي قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٩٣﴾ ۧ
تو (اب) کیسے	میں افسوس کروں	ایک انکار کرنے والی قوم پر

نوٹ: 1 اہل مدین حضرت ابراہیم ؑ کے صاحبزادے مدیان کی طرف منسوب ہیں جوان کی تیسری بیوی قطوراء کے بطن سے تھے۔ ان کا علاقہ حجاز کے شمال مشرق اور فلسطین کے جنوب میں تھا اور ان کے شہر کا نام بھی مدین ہے۔ یہ شہر آج بھی شرق اردن کی بندرگاہ معان کے قریب موجود ہے۔ یہ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم تھی۔ اس زمانے کی دو بڑی تجارتی شاہراہوں کے عین چوراہے پر ان کی بستیاں تھیں۔

اس لیے عرب کا بچہ بچہ ان سے واقف تھا اور ان کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں ان کی شہرت برقرار رہی کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلے رات دن ان کے آثار قدیمہ سے گزرتے تھے۔

بنی اسرائیل کی طرح اہل مدین بھی مسلمان ہی تھے اور شعیبؑ کے ظہور کے وقت ان کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد چھ سات سو سال تک مشرک اور بداخلاق قوموں سے روابط کی وجہ سے یہ لوگ شرک بھی سیکھ گئے اور بداخلاقیوں میں بھی مبتلا ہو گئے، مگر ایمان کا دعویٰ اور اس پر فخر برقرار تھا۔ حضرت شعیبؑ کا ان سے تقاضا یہی تھا کہ حضرت ابراہیمؑ انسانوں اور انسانی معاشرے کی جو اصلاح کر گئے ہیں اس کو مت بگاڑو۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا کا یہی مطلب ہے۔

قرآن مجید نے ان کا ذکر کہیں اہل مدین اور اصحاب مدین کے نام سے کیا ہے اور کہیں اصحاب اَیکہ کے نام سے۔ بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ دونوں قومیں الگ الگ تھیں اور ان کی بستیاں بھی الگ تھیں۔ حضرت شعیبؑ پہلے ایک قوم کی طرف بھیجے گئے اور ان کی ہلاکت کے بعد دوسری قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ دونوں قوموں پر جو عذاب آیا اس کے الفاظ مختلف ہیں۔ اصحاب مدین کے لیے کہیں صیحہ اور کہیں رَجفہ مذکور ہے اور اصحاب ایکہ کے لیے عذاب جمع ہوئے تھے۔ پہلے بادل سے آگ برسی پھر اس کے ساتھ سخت آواز چنگھاڑ کی شکل میں آئی پھر زلزلہ آیا۔ ابن کثیرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (تفہیم القرآن اور معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (94 تا 102)

ض ح ی

(س) ضَحِیَ: سورج سے تکلیف اٹھانا۔ دھوپ لگنا۔ دھوپ کھانا۔ ﴿ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴾ (20/طٰہٰ:119) ''اور یہ کہ تجھ کو نہ پیاس لگے اس میں اور نہ تجھ کو دھوپ لگے۔''

ضُحًى: دن چڑھے۔ چاشت کا وقت۔ زیر مطالعہ آیت نمبر۔ 98۔

ض ر ع

(ف) ضَرَاعَةً: کمزور ہونا۔ بے فائدہ ہونا۔

ضَرِیْعٌ: فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ بے فائدہ خاردار درخت۔ ﴿ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ﴾ (88/الغاشیہ:6) ''نہیں ہوگا۔ ان کے لیے کوئی کھانا مگر ایک خاردار درخت میں سے۔''

تفعّل تَضَرُّعًا: کمزوری اور عاجزی کا اظہار کرنا۔ گڑگڑانا۔ زیر مطالعہ آیت نمبر۔ 94

ترکیب

(آیت۔95) میں فَاَخَذْنَا کا مفعول هُمْ کی ضمیر ہے۔ جبکہ بَغْتَةً حال ہے۔ آیت نمبر۔ 97 میں بَیَاتًا اور 98 میں ضُحًى ظرف ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہیں۔ آیت نمبر۔ 100 میں مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا میں مِنْ بَعْدِ کے بعد ہلاکت کا لفظ محذوف ہے اور یہ پورا فقرہ لَمْ یَهْدِ کا فاعل ہے۔ آیت نمبر۔ 102 میں لَفٰسِقِیْنَ پر لام تاکید سے معلوم ہوا کہ اِنْ وَّجَدْنَا کا اِنْ نافیہ نہیں بلکہ اِنْ مخففہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ''بے شک۔''